عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۱ | ۲۲ تا ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ مارچ ۲۰۱۲ء | شمارہ: ۱۱

لادینی نظامِ تعلیم اور مغربی تہذیب و ثقافت

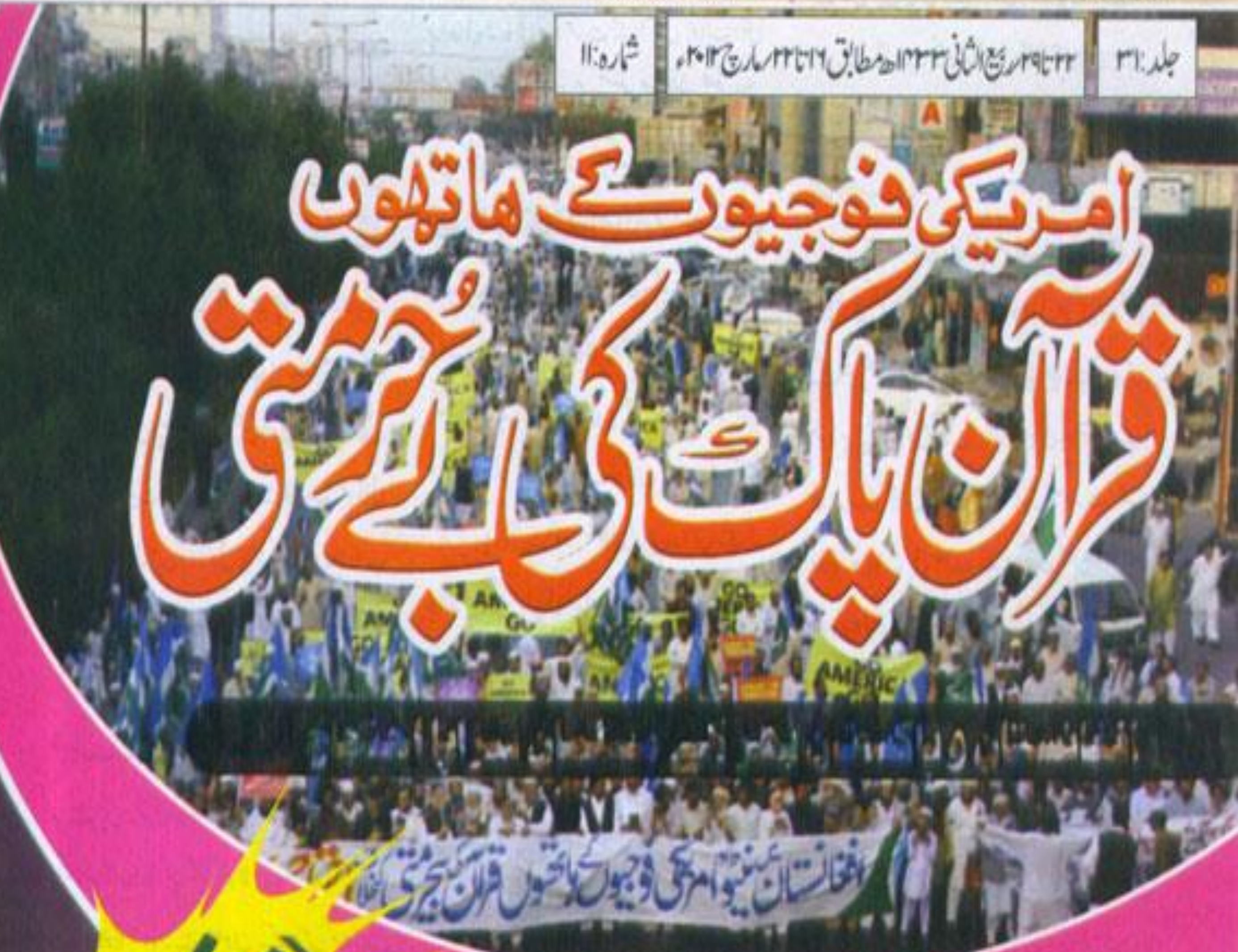

امریکی فوجیوں کے ہاتھوں قرآن پاک کی بے حرمتی

انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں

بائبل کا قدیم نسخہ دریافت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

اولاد کا اپنے والدین سے جائیداد کا مطالبہ

محمد فیصل، لاہور

س:...... ہماری ماں کا ایک فلیٹ جو لاہور میں ہے، جب ہمارے بڑے بھائی کا انتقال ہوا تھا اس وقت بچے چھوٹے اور نابالغ تھے، ہماری بھابھی کے ابا جو کہ ہمارے رشتے میں ماموں لگتے ہیں، وہ فلیٹ انہوں نے ہم سے چھ مہینے کے لئے لیا تھا، اب بچے بڑے اور بالغ ہوگئے ہیں ایک بیٹی کی دو سال پہلے شادی بھی ہوگئی اور ۱۵ سال سے اس فلیٹ پر قبضہ کیا ہوا ہے، جب ہم خالی کرنے کو کہتے ہیں تو وہ کوئی بہانہ کردیتی ہے، اب ہم نے امی پر زور دے کر کہا کہ فلیٹ خالی کروائیں، کیونکہ ہمیں اس وقت پیسوں کی ضرورت ہے، مالی لحاظ سے ہم بہن بھائی پریشان رہتے ہیں۔ شرعی لحاظ سے اپنی ماں سے اپنا حصہ مانگنا جائز ہے؟ کیا شرعی لحاظ سے فلیٹ خالی کرانا ٹھیک ہوگا؟ ہمارے ماموں کے پاس کروڑوں روپے موجود ہیں اور جائیداد بھی ہے جس کا کرایہ کھاتے ہیں۔

ج:...... آپ کے ماموں نے جو فلیٹ چھ مہینے کے لئے لیا تھا، وعدہ کے مطابق چھ مہینے بعد وہ فلیٹ خالی کرنا ان پر لازم تھا، اس فلیٹ پر ان کا قبضہ جمالینا اور خالی نہ کرنا سخت گناہ ہے، اگر یہ فلیٹ خالی کرکے ان لوگوں نے آپ کی والدہ کے حوالے نہ کیا اور اتنا عرصہ قبضہ کئے رکھنے کی بنا پر معافی نہ مانگی تو آخرت میں انہیں جواب دہی کرنی ہوگی۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ناحق ہتھیالی تو قیامت کے دن وہ زمین گلے کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔'' اور یہ فلیٹ چونکہ آپ کی والدہ کی ملکیت ہے ان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اسے فروخت کرکے رقم آپ لوگوں میں برابر تقسیم کریں یا وہ فلیٹ خود استعمال کریں۔ اس لئے کہ والدین کی پراپرٹی پر ان کی زندگی میں اولاد کا کوئی حق نہیں بنتا۔ والدین اگر اپنی مرضی سے خود کچھ دینا چاہیں تو یہ ان کی طرف سے اولاد پر احسان ہوتا ہے لیکن اولاد کو ان سے مانگنے کا کوئی حق نہیں۔ واللہ اعلم

شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کی حیثیت

شکیل احمد، کراچی

س:...... گزارش یہ ہے کہ میری شادی کو نو سال ہوچکے ہیں میری ایک بیٹی ہے، میں کوئی کام وغیرہ نہیں کرتا تھا، میری بیوی اپنی ماں کے پاس رہتی تھی، میری بیوی نے کورٹ سے خلع لے لیا ہے۔ خلع کو دو سال ہونے والے ہیں، لیکن اب میں اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟ میں اپنی بیوی کو دوبارہ رکھنا چاہتا ہوں، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

ج:...... کورٹ کی طرف سے جو خلع یا تنسیخ نکاح ہوا ہے، اگر وہ شوہر کی مرضی اور علم کے بغیر محض بیوی کے کہنے پر دیا گیا ہے تو شرعی طور پر یہ خلع واقع نہیں ہوا اور بیوی بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے، ایسی صورت میں دوبارہ نکاح کی ضرورت تو نہیں لیکن احتیاطاً دوبارہ نکاح کرلینا بہتر ہے تاکہ کوئی شک وشبہ نہ رہے۔ واللہ اعلم۔

سجدہ سہو کرنا بھول جائے تو؟

وارث علی رتھ، کراچی

س:...... اگر نماز میں کوئی ایسی غلطی ہوجائے جس پر سجدہ سہو واجب ہو مگر نمازی التحیات پڑھنے کے بعد سجدہ سہو کرنا بھول جائے تو کیا سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کرسکتا ہے؟

ج:...... جی ہاں! یاد آنے کے بعد سلام پھیر کر سجدہ سہو کرلے، اور دوبارہ التحیات، درود شریف، دعائیں وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے۔ واللہ اعلم۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

جلد:۳۱ ۲۲تا۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۶تا۲۲/مارچ ۲۰۱۲ء شمارہ:۱۱

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

عقل پرستوں کی وکالت کیوں؟	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں!	۷	مولانا محمد اسلم شیخوپوری
..... قرآن پاک کی بے حرمتی!	۹	اشتیاق بیگ
افغانیوں کی غیرت دیں!	۱۱	مولانا محمد ازہر
لادینی نظام تعلیم اور مغربی تہذیب و ثقافت	۱۳	عبداللہ آمان کوٹی
بائبل کا قدیم نسخہ دریافت	۱۷	احمد نجیب زادے
ہندو مذہب، مہابھارت اور گیتا کی حقیقت (۲)	۱۹	مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمن
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا	۲۳	حافظ محمد اسلم ثروتی
سردار امام بخش قیصرانی کو مبارکباد	۲۵	مولانا محمد علی صدیقی

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

اس اُمت کا فتنہ مال ہے

"حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر اُمت کا ایک خاص فتنہ ہوتا ہے (جو دیگر فتنوں کے لئے اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے) اور میری اُمت کا فتنہ مال (کی فراوانی) ہے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۵۷)

مال کی کثرت کو عام طور سے مشکلات کے حل کی کلید سمجھا جاتا ہے، اور لوگ اس کے لئے سرگرداں رہتے ہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: مال کی محبت، اس کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کا جنون اور اس کے ذریعے خواہشات پورا کرنے کا شوق، دل کا روگ ہے، جو آدمی کو اَحکامِ الٰہیہ کی تعمیل، آخرت کی یاد اور موت کی تیاری سے غافل کردیتا ہے، اسی کی خاطر لڑائی جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، قتل و غارت اور فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے، اسی سے حسد، کینہ، عداوت، بخل، طمع جیسے امراضِ قلب پیدا ہوتے ہیں، یہی مال اِنسان کو کبر و نخوت، غرور و پندار اور خود بینی و خودنمائی پر آمادہ کرتا ہے، اسی کی خاطر آدمی اپنے دین و ایمان اور عقیدہ و ضمیر کو داوٴ پر لگادیتا ہے، اس لئے مال کی محبت سارے فتنوں کی جڑ ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جو انسان کے دین و اخلاق کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے، اسی مرض کی اصلاح کے لئے اہل اللہ کی صحبت اختیار کی جاتی ہے، اور اسی کے لئے مجاہدات و ریاضات کی ضرورت پیش آتی ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس رُوسیاہ کو بھی اس مرض سے شفا عطا فرمائے۔

اگر ابنِ آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوتیں تو یہ تیسری کو تلاش کرتا

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر ابنِ آدم کے پاس ایک وادی سونے سے بھری ہوئی ہو تو یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک اور وادی ہو، اور اس کے پیٹ کو صرف مٹی بھرسکتی ہے، اور حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص کی توبہ قبول فرماتے ہیں جو توبہ کرے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۵۷)

اس حدیثِ پاک میں تین مضمون ارشاد ہوئے ہیں:

اوّل انسان کا بالطبع مال کا حریص ہونا، اور مال و دولت سے اس کا سیر نہ ہونا، سوائے ان مقبولانِ الٰہی کے جن کے دل مال کی ناپاک محبت سے پاک ہوگئے ہیں، عام انسانوں کا حال یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کی فکر ان پر سوار رہتی ہے، اور وہ اس کو بڑھانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ فرض کیجئے! کسی کو اس قدر مال و دولت مل جائے کہ اس سے پوری ایک وادی بھر جائے تب بھی اس کی طبیعت سیر نہیں ہوگی، بلکہ یہ چاہے گا کہ کاش! ایک وادی اور ہو۔ اور اگر ایک اور مل جائے تو چاہے گا کہ ایک تیسری وادی بھی ہو۔ الغرض! ہفت اقلیم کی سلطنت اور رُوئے زمین کی دولت ایک آدمی کی پیاس بجھانے کے لئے بھی کافی نہیں، بلکہ حرص و آز کی دوزخ سے ہمیشہ "ھَلْ مِنْ مَّزِیْد" کی صدا بلند ہوتی ہے، اس لئے عقلمند وہ ہے جو یہاں طبیعت بھرنے کی فکر نہ کرے، بلکہ بقدرِ ضرورت قناعت کرکے حق تعالیٰ شانہٗ کی یاد میں لگا رہے:

کارِ دُنیا کسے تمام نہ کرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

دُوسرا مضمون یہ ارشاد ہوا ہے کہ آدمی کا پیٹ صرف مٹی بھرسکتی ہے، مٹی سے قبر کی مٹی مراد ہے، یعنی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

آدمی کے مال کی حرص ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوجائے اور قبر کی مٹی اس کا پیٹ بھرے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے درج ذیل شعر میں اس حدیث کا گویا ترجمہ کردیا ہے:

گفت چشم تنگ دُنیا دار را
یا قناعت پر کند یا خاکِ گور

اس ارشاد میں حریص آدمی کی دناءت و رذالت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے، یعنی بجائے اس کے کہ دُنیا کے مال و دولت سے، جو مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور جن کا انجام بھی مٹی ہے، یہ شخص سیر چشمی اختیار کرتا اور حق تعالیٰ شانہٗ کی عبادت و رضاجوئی میں مشغول ہوکر آخرت کی نعمتوں اور لذتوں سے کامران و شادکام ہوتا، اس نے مٹی کی حرص اور رغبت اس قدر کی کہ قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز اس کا پیٹ نہ بھرسکی۔

تیسرا مضمون یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: جو شخص حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف رُجوع کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں، یعنی دُنیا کی حرص و لالچ سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطا فرمائیں، توفیقِ الٰہی کے حصول کے لئے بارگاہ خداوندی میں جھکنا، اس سے رُجوع کرنا، اور اس کی ذاتِ عالی سے دُنیا کے زہر سے بچنے کی توفیق مانگنا لازم ہے۔ پس جو شخص حق تعالیٰ کی طرف رُجوع کرے، دُنیا کی حرص چھوڑ کر پیشہ قناعت اختیار کرے اور حق تعالیٰ کی جناب میں توبہ و انابت اختیار کرے، حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔ اس کے دل کو غنا سے بھر دیتے ہیں، اسے خزانہ غیب سے رزق عطا فرماتے ہیں، وہ اپنے ساز و سامان کی قلت کے باوجود اہلِ دُنیا سے زیادہ غنی ہوجاتا ہے، بلکہ واقعۃً یہی شخص غنی ہے، ورنہ دُنیا کے حریص لاکھوں کروڑوں کے باوجود فقیر ہیں۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

عقل پرستوں کی وکالت کیوں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

اسلامی جمہوریہ پاکستان وہ واحد اور لاوارث ملک ہے کہ اس میں کوئی بھی بددین اور بدباطن اپنے متعفن، بدبودار، گندے نظریات وخیالات کا پرچار کرے، کوئی حکومتی ادارہ اسے روکنے اور منع کرنے کا روادار نہیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کو وی آئی پی پروٹوکول کا مستحق قرار دے کر ان کی حفاظت اور سرپرستی کی جاتی ہے، اور مزید یہ کہ ہمارا میڈیا ایسے لوگوں کو محقق، اسکالر، تجزیہ نگار اور پتہ نہیں کیا کیا خطابات اور القابات سے نوازتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں آغا خانیت، قادیانیت، مرزائیت، پرویزیت، چکڑالویت، نیچیریت، مہدویت، اسی طرح ذکری، فکری، گوہر شاہی، محمد شیخ، یوسف کذاب، زید حامد اور غامدی جیسے لوگوں کو کھل کھیلنے اور پر پُرزے نکالنے کا موقع ملا۔ اگر اس ملک کا برسر اقتدار طبقہ دینی مزاج کا حامل ہوتا، اسے قانون پر عملدرآمد کرانے کا جذبہ ودیعت ہوتا، اسے اپنے ملک میں آزادانہ پالیسی وضع کرنے کا اہتمام ہوتا اور یہ کہ پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدات کی حفاظت کا احساس ہوتا تو آج اس ملک میں یہ سب کچھ نہ ہوتا جو ملکی سلامتی اور دینی شعائر کے خلاف ہو رہا ہے۔

اس تمہید کی ضرورت، اس لئے پیش آئی کہ ہمارے ملک پاکستان کا ایک قومی اخبار جو ایک زمانہ میں دینی اقدار، اسلامی شعائر اور عوام الناس کو صحیح دینی تعلیمات پہنچانے کا علمبردار تھا، اس اخبار میں شامل اشاعت کئی علمی و دینی موضوعات کا لوگوں کو کئی کئی دن پہلے انتظار ہوتا تھا، نامعلوم اسے نظر بد لگ گئی، اس کی انتظامیہ، مالکان اور کارکنان کی ترجیحات بدل گئیں، سابق صدر جناب پرویز مشرف کی توجہات کا دخل ہے یا عقل پرستوں کی عنایات کا اثر کہ اب دوسری بار اس نے ''ذرا سوچئے'' کے عنوان سے اشتہار دینا شروع کیا ہے۔ جمعہ ۸ر ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۲ر مارچ ۲۰۱۲ء صفحہ اول کی لوح پر ترازو بنایا ہے اور اس کے نیچے ''ذرا سوچئے'' کا عنوان لگا کر ''کہ لہ سوچ ہی آدمی کو انسان بناتی ہے'' تحریر کیا ہے۔

میری طرح ہر آدمی یہ تحریر پڑھ کر سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد کچھ اور بھی کہا جائے گا۔ لہٰذا منگل ۱۲ر ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۶ر مارچ ۲۰۱۲ء کے اسی اخبار میں پھر ایک اشتہار آیا، جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی تصویر، بائیں جانب ترازو اور اس کے اوپر ''پہلا فقرہ اقرأ'' اور ترازو کے نیچے ''ذرا سوچئے'' تحریر ہے اور چوکھٹے میں سنن ابن ماجہ کے حوالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دیکھو دنیا کی کتنی ہی قومیں تمہارے پاس آئیں گی علم کی طلب میں تو انہیں مرحبا کہنا اور انہیں علم سکھانا۔'' (سنن ابن ماجہ کتاب الایمان، ص:۱۲۴)

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس عنوان ''ذرا سوچئے'' کے تحت اب کس مسئلہ کو موضوع بحث بنانا ہے؟ قرآن کریم، احادیث نبویہ پر مشتمل دینی علوم کی نشر واشاعت کا ارادہ ہے یا قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کا سہارا لے کر دینی عقائد اور ضروریات دین کو بے وقعت وبے حیثیت ظاہر کرنے کی کوشش؟ دینی و مذہبی طبقہ کو یہ خدشات اس لئے لاحق ہیں کہ اس اخبار نے ایک مرتبہ پہلے بھی اس عنوان کے تحت ایک مہم چلائی تھی اور اس کے اداریہ میں یہ لکھا گیا تھا کہ:

''جیو ٹی وی چینل نے ایک عرصے سے متنازع حدود آرڈی ننس پر پاکستان کے ہر مکتب فکر کے جید، معزز اور محترم علمائے دین سے رائے لینے کا سلسلہ شروع کیا ہے، جو یقیناً اس اعتبار سے قابل ذکر ہے کہ اس حوالے سے ملک میں شہریوں کو ان مسائل پر کھلے عام اظہار خیال کا موقع ملے گا

جن کو اَب تک چھونے کی بھی روایت نہیں تھی۔ مذہبی اُمور پر اس وقت دُنیا بھر میں جو صورتِ حال پائی جاتی ہے، جس طرح بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے تبادلۂ خیال ہو رہا ہے، اس تناظر میں حدود آرڈی نینس پر قومی مباحثے کا آغاز بلاشبہ ایک اہم پیش رفت ہے۔ پاکستان میں ایسی سول سوسائٹی کے قیام کے لئے ایک نمایاں کوشش ہے، جہاں مذہب کو دُوسروں کے حقوق کے استحصال کے لئے استعمال نہ کیا جاسکے۔ اس میں بنیادی طور پر سوچنے کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ ''ذرا سوچئے'' کی یہ تحریک ایسے معاشرے میں عقل و استدلال کا غلبہ قائم کرنے کا مثبت اقدام ہے، جہاں عقائد کے حوالے سے بھی سوچنے پر غیراعلانیہ پابندی ہو، جہاں قبائلی، جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ تمدن نے شہریوں کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے سے محروم کر رکھا ہو۔ یہ قابلِ تحسین اَمر ہے کہ اس سلسلے کا آغاز اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین سمیت ہر مسلک کے علماء کے ارشادات سے کیا گیا ہے۔ ان متنازع اُمور پر اسکالرز، خواتین، این جی اوز تو کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہے ہیں۔ اس مباحثے میں شریک تمام علمائے کرام اپنی اپنی جگہ محترم ہیں، اپنے اپنے مسلک پر اتھارٹی ہیں۔ انہوں نے بہت غور و فکر کے بعد اس حساس قانون پر انتہائی متوازن رائے ظاہر کی ہے۔ اُمید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ بھی علمائے کرام دُوسرے ایسے متنازع اُمور پر اپنی قیمتی رائے کھلے ذہن کے ساتھ ظاہر کرتے رہیں گے۔ جس سے معاشرے میں پائے جانے والے ابہام، تذبذب اور فکری اِنتشار کے خاتمے میں مدد ملے گی۔'' (روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۵؍مئی ۲۰۰۶ء)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ فاضل اداریہ نوٹ نویس نے بین السطور اس کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ:

''...... ''ذرا سوچئے'' کی تحریک ایسے معاشرے میں عقل و استدلال کا غلبہ قائم کرنے کا مثبت اقدام ہے، جہاں عقائد کے حوالے سے بھی سوچنے پر غیراعلانیہ پابندی ہو......''

اس پر حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید نور اللہ مرقدہ نے ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے شمارہ:۲۱، ج:۲۵ کے اداریہ میں لکھا تھا کہ:

''گویا ''حدود آرڈی نینس'' میں ترمیم و تبدیلی کا ہمالیہ اور اس کی چوٹی سر کرنے کے بعد ہمارا اگلا ہدف یا اگلا قدم، عقائد کی تبدیلی پر سوچنے کا ہوگا۔ بظاہر یہ ایک معمولی سا کلمہ اور ایک مختصر سا جملہ ہے، مگر یہ اپنے اندر کس قدر خوف ناک زہر لئے ہوئے ہے؟ سرِدست اس کا اندازہ شاید کسی کو نہ ہو، مگر تھوڑے سے غور و فکر سے احساس ہوگا کہ آئندہ اہالیانِ پاکستان کو عقائد و ایمانیات کے معاملے میں بھی آزادی دی جائے گی، اور انہیں اپنی عقل و اِستدلال کے زور پر صریح نصوص اور قطعی عقائد میں تبدیلی کی آزادی سے بھی نوازا جائے گا۔ دُوسرے لفظوں میں انہیں مذہب بدلنے اور ارتداد کی آزادی سے بھی سرفراز کیا جائے گا...! گویا اس اسلامی ملک میں اب آئندہ جو شخص اپنی عقل اور عقلی اِستدلال سے اسلام کو ترک کرکے عیسائیت، قادیانیت، یہودیت یا ہندومت اِختیار کرے گا، اس کو اس کی بھی آزادی ہوگی۔ کیا یہ ملک اسی لئے بنایا گیا تھا کہ یہاں اسلام کے بجائے ارتداد کی عمل داری ہوگی؟ اور یہاں قرآن و سنت اور نصوصِ قطعیہ کی بجائے نارسا عقلِ انسانی کو تفوق و برتری حاصل ہوگی؟ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون! اربابِ عقل و خرد اور اَصحابِ علم و فضل کو اس نہج پر سوچنے اور ارتداد کی اس تحریک کے سامنے بند باندھنے کی حکمتِ عملی پر غور و فکر کی شدید ضرورت ہے۔''

اس ''ذرا سوچئے'' کی بحث کے نتیجے میں حدود آرڈی نینس میں ترمیم و تبدیلی کے لئے پہلے رائے عامہ کو ہموار کیا گیا اور پھر اسے ترمیم کے نشتر سے چھلنی کیا گیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بے حیائی، بدمعاشی اور زناکاری عام ہوگئی ہے، یہاں تک کہ سات سال اور پانچ سال کی معصوم بچیوں کو بھی درندگی اور ہوس کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتارا جارہا ہے۔

کیا پھر اس ''ذرا سوچئے'' کی دوسری قسط شروع کرکے عقل پرستوں کی وکالت کرتے ہوئے مسلماتِ دینیہ اور شعائرِ اسلامی میں سے کسی مسلمہ و محکم اصول یا شعار کا ملیامیٹ کرنے اور عقل پرستی کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے؟ اگر ایسا ہے تو ان شاء اللہ! علماء کرام اور عوام الناس کا دینی طبقہ بھی اس موقع پر قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے سے پیچھے نہیں رہے گا۔ وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں!

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبوت ملنے سے پہلے بھی معصوم ہوتے ہیں اور نبوت ملنے کے بعد بھی معصوم ہوتے ہیں۔ نبی سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا، وہ خواہشات اور جذبات سے کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔

آپ غور فرمائیں کہ اگر نبی بھی گناہ کا ارتکاب کرے تو اس کی زندگی نمونہ کیسے بن سکتی ہے؟ اور پھر لوگوں کو علی الاطلاق نبی کی اطاعت کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ ساری انسانیت کو بھی گناہ میں مبتلا کردیا جائے، جبکہ ہمیں بار بار ''اَطِیْعُوا اللّٰہَ'' کے ساتھ ''اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ'' بھی کہا گیا ہے۔

پہلی وجہ:

نبی کے معصوم ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طینت اور مادہ اتنا پاک رکھا جاتا ہے کہ اس کے اندر گناہ کی کھپت ہی نہیں ہوتی۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''انبیاء کا بدن جنت کی مٹی سے بنایا جاتا ہے اور دنیا کی مٹی میں ظلمت اور کدورت ہے اور جنت کی مٹی میں طہارت، لطافت اور نورانیت ہے۔''

مشہور قاعدہ ہے: ''کل شیء یرجع الی اصلہ'' انبیاء علیہم السلام چونکہ جنتی الاصل ہیں، اس لئے وہ اپنی اصل یعنی طہارت اور تقدس کی طرف جاتے ہیں اور ہماری اصل میں چونکہ کدورت اور ظلمت ہے، اس لئے ہم گناہوں کی ظلمت کی طرف بڑھتے ہیں، انبیاء علیہم السلام چونکہ پاک طینت ہوتے ہیں، اس لئے شریعت نبی کی طبیعت پر اترتی ہے، جتنے افعال انبیاء علیہم السلام سے صادر ہوتے ہیں، وہی شریعت بنتے ہیں۔

دوسری وجہ:

نبی کے معصوم ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا مشاہدہ ہوتا ہے، ان کا دل ہر وقت حق تعالیٰ شانہ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اگر آپ بادشاہ کے دربار میں جائیں اور بادشاہ سامنے تخت پر جلوہ افروز ہو تو اس وقت آپ کو یہ تصور آئے گا کہ آپ اس بادشاہ کے سامنے اس کی حکم عدولی کریں، اس کی نافرمانی کریں، نافرمانی تو کیا غایت ادب کی وجہ سے نگاہ بھی نہ اٹھ سکے گی، جب ایک معمولی بادشاہ کے مشاہدہ کا اثر انسان پر یہ پڑتا ہے کہ وہ نہ بے ادبی کرسکتا ہے نہ نافرمانی کرسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ جس کو ہر وقت حاصل رہے، اس کے لئے کیا ممکن ہے کہ وہ اس احکم الحاکمین کی نافرمانی کا تصور بھی کرے۔

تیسری وجہ:

نبی کے معصوم ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے، اگر کسی وجہ سے بتقاضائے بشریت اس کی طبیعت گناہ کی طرف مائل ہو بھی جائے تو اسے ایسا کرنے نہیں دیا جاتا۔ قرآن حکیم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

''وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ.'' (الیوسف:۲۴)

ترجمہ: ''اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا۔''

خدائی حفاظت:

پیغمبر کی غیبی حفاظت کا اندازہ ان دو واقعات سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری عمر چودہ سال کی تھی، مکہ میں قریش میں کوئی شادی تھی، ہم عمروں نے پروگرام بنایا کہ ہم بھی شادی میں شریک ہوں اور کھیل تماشے دیکھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بھی ساتھ چلا گیا، کھیل تماشے ابھی شروع نہیں ہوئے تھے کہ مجھ پر اتنی شدید نیند طاری ہوئی کہ مجھے ہوش نہ رہا اور یوں میں ساری رات بے خبر سوتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور محفل ختم ہوگئی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے خطبات حکیم الاسلام، ج:اول)

دوسرا واقعہ کچھ یوں ہے کہ قریش سال میں ایک مرتبہ بوانہ نام کے ایک بت کا دن منایا کرتے تھے، وہ رات بھر اس کے گرد بیٹھ کر جاگتے، گاتے، اسے چھوتے اور جانور ذبح کرتے

تھے، آج کل کی زبان میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ: وہ بوانہ بابا کا عرس مناتے تھے، محفل سماع ہوتی تھی، قوال اور فنکار اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے، مرادیں مانگی جاتی تھیں، نذریں چڑھائی جاتی تھیں اور لنگر تقسیم ہوتا تھا۔

ابوطالب نے اپنے لاڈلے بھتیجے کو بھی چلنے کو کہا، دوسرے لوگوں نے بھی اصرار کیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا، چند منچلوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھالیا اور زبردستی لے گئے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوانہ بُت کے قریب لے جانے ہی کو تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہوگئے، بعد میں آپ نے چچا ابوطالب کو بتایا کہ جب یہ لوگ مجھے بُت کے قریب لے جانا چاہ رہے تھے تو مجھے گورے رنگ کا ایک لمبا تڑنگا مرد دکھائی دیا، جس نے مجھے ڈانٹا اور چلا کر کہا: محمد! اس بُت کے قریب نہ جانا، اس سے دور ہی رہنا۔ اس واقعہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی نے ایسی محفلوں میں چلنے پر مجبور نہ کیا۔

سب سے بڑی دلیل:

نبی کے معصوم ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کے کٹر مخالفوں نے بھی کبھی نبی کی سیرت اور کردار پر انگشت نمائی نہیں کی۔

آپ جانتے ہیں کہ انسان، دشمنی میں صحیح اور غلط، جھوٹ اور سچ کا فرق بھی اٹھالیتا ہے، لیکن نبی کا کردار اتنا اجلا اور اتنا صاف ستھرا تھا کہ نبی کے خون کے پیاسوں کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ نبی کے کریکٹر میں کیڑے نکالتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے یہ تو کہا کہ: آپ ساحر ہیں، آپ شاعر ہیں، آپ دیوانے ہیں، آپ ہمارے جیسے انسان ہیں، لیکن وہ یہ نہ کہہ سکے کہ: آپ نے کبھی خیانت کی، کبھی کسی کا کوئی حق دبایا، کبھی کسی کی طرف غلط نگاہ اٹھائی، کبھی وعدہ خلافی کی۔ بلکہ آپ نے تو خود اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کیا، کو وصفا پر کھڑے ہوکر فرمایا:

"فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً مِّن قَبْلِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ" (الیونس:۱۶)

ترجمہ: "کیونکہ اس سے پہلے بھی تو ایک بڑے حصے عمر تک تم میں رہ چکا ہوں، پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔"

میں نے تمہارے اندر رہ کر چالیس سال گزارے ہیں: تم نے میرا بچپن دیکھا ہے، تم نے میری جوانی دیکھی ہے، تم نے میرے شب وروز دیکھے ہیں، تم نے میرے معاملات دیکھے ہیں۔

بتاؤ! تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا؟

جواب میں پوری قوم پکار اٹھی: "ما جربنا علیک کذباً"... ہم نے آپ کو آج تک جھوٹ بولتے نہیں دیکھا...

دراصل نبی کی حفاظت خدا تعالیٰ خود فرماتے ہیں، اس لئے نبی کا بچپن اور نبوت ملنے سے پہلے کا زمانہ بھی ایسا پاکیزہ اور روشن ہوتا ہے کہ دشمن بھی انگشت نمائی نہیں کرسکتا۔

☆☆...... ☆☆

سیرت خاتم الانبیاء کانفرنس، ضلع ملیر

کراچی (مولانا محمد اسحاق مصطفی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ملیر کے زیر انتظام ۱۴ر فروری ۲۰۱۴، بروز منگل بعد نماز عصر جامع مسجد قوۃ الاسلام، فدائی ٹاؤن (عسکری ٹاؤن) میں مفتی محمد تنویر کی زیر سرپرستی ایک عظیم الشان سیرۃ خاتم الانبیاء کانفرنس منعقد ہوئی، تلاوت کلام پاک حافظ محمد حامد نے اور نعت رسول مقبول وکیل خان نے پیش کی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مولانا محمد اعجاز مصطفی نے قرآن کریم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس قرآن کریم کو اپنے سینہ میں محفوظ کرنے کا بدلہ اللہ رب العزت دنیا میں بھی عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم قرآن پاک جیسی عظیم کتاب کے تمام احکام اپنے عمل میں لائیں۔

بعد نماز مغرب مولانا قاضی احسان احمد نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا حق ادا کرنا چاہئے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر اس دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی اور آخرت میں بھی سوائے خسارے کے کچھ نہ ملے گا۔

مولانا قاضی حبیب الرحمن استاذ مدرسہ عربیہ ملیر نے عقیدۂ ختم نبوت اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت دنیا میں بہت سے فتنے سرگرداں ہیں، ان فتنوں میں ایک فتنہ قادیانیت بھی ہے، قادیانی کسی مذہب یا فرقہ کا نام نہیں بلکہ اسلام کے نام پر یہ دھوکا اور فراڈ کا نام ہے، اس لئے ہر کلمہ گو مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرے اور قادیانیت کے خلاف مجلس تحفظ ختم نبوت کا دست و بازو بنے تاکہ کل قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے سایہ مل سکے۔

پروگرام کے اختتام پر بصیر الدین صاحب کے صاحبزادے حافظ محمد آصف کی تکمیل حفظ قرآن کریم پر مولانا مفتی محمد ساجد نے دستار بندی کی اور مفتی صاحب کی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام میں درج ذیل علماء کرام نے شرکت کی: مولانا عنایت اللہ، مولانا اسد اللہ حقانی، مولانا ہارون، مولانا عبدالرزاق، مولانا عادل، بھائی عثمان امیر حلقہ بھائی حبیب اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی محنت و کوشش کو قبول فرمائے۔

افغانستان میں امریکی فوجیوں کے ہاتھوں

قرآن پاک کی بے حرمتی

اشتیاق بیگ

افغانستان میں امریکی فوجیوں کے ہاتھوں عالم اسلام کے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں کی مقدس ترین کتاب قرآن پاک کی بے حرمتی اور اسے نذر آتش کرنے کے واقعے نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے غیظ وغضب کا بھڑکا کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ امریکی ونیٹو فورسز نے گزشتہ دنوں بگرام بیس پر اسلامی لٹریچر جس میں قرآن پاک کے متعدد نسخے بھی شامل تھے، نذر آتش کر دیے تھے۔ امریکی ونیٹو فوجی اہلکار جب قرآن پاک کے نسخوں کو نذر آتش کرنے کے لئے لے جارہے تھے تو بیس پر موجود افغان فوجی حکام نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا مگر وہ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب رہے۔ اس واقعے کی اطلاع جب افغان عوام کو ہوئی تو وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور ملک بھر میں نہ ختم ہونے والے مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوگیا جن کی شدت میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے اور اب تک افغانستان کے تمام شہروں میں ان مظاہروں کے دوران ۳۰ سے زائد افراد جاں بحق اور سینکڑوں زخمی ہوچکے ہیں جبکہ مظاہرین کے ساتھ جھڑپوں میں کئی امریکی اور افغان سیکورٹی اہلکار بھی مارے گئے۔ تشدد کے ان واقعات میں کابل کے انتہائی حساس علاقے میں قائم افغان وزارت داخلہ کے دفتر میں ایک افغان انٹیلی جنس پولیس افسر کی فائرنگ سے ایک امریکی کرنل اور میجر بھی مارا گیا جس کے بعد افغان وزارت داخلہ کو بند کر دیا گیا۔ قندوز میں نیٹو اہداف پر بم حملے کے نتیجے میں چھ امریکی فوجی شدید زخمی ہوئے جبکہ مشتعل افراد نے نیٹو ہیڈ کوارٹرز کی جانب مارچ کرنے اور کابل میں امریکی سفارتخانے میں بھی گھسنے کی کوشش کی۔ احتجاج کی یہ لہر افغان پارلیمنٹ میں بھی داخل ہوگئی ہے، جہاں کی پارلیمنٹیرینز نے قرآن پاک کی بے حرمتی کے واقعے کی مذمت کرتے ہوئے ''امریکا مردہ باد'' کے نعرے لگائے اور امریکی فوجیوں کے ہاتھوں پیش آنے والے اس واقعے کو قابل نفرت قرار دیا۔ امریکی فوج کے ہاتھوں قرآن پاک کی بے حرمتی کے شرمناک واقعے پر افغان طالبان نے افغان عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ قرآن پاک کی بے حرمتی کے جواب میں ملک پر قابض اتحادی فوجیوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں۔

افغانستان میں مظاہروں کی شدت اور امریکی افواج کو افغانیوں کے غیظ وغضب سے بچانے کے لئے امریکی صدر بارک اوباما نے افغانستان میں تعینات امریکی فورسز کے ہاتھوں قرآن پاک نذر آتش کئے جانے پر معافی مانگتے ہوئے افغان صدر حامد کرزئی کے نام ایک خط میں واقعے پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ واقعہ غیر ارادی طور پر پیش آیا۔ اوباما کی امریکی فوجیوں کی جانوں کو لاحق خطرات کے پیش نظر جلدی میں مانگی ہوئی معافی مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے اور اس پر قابو پانے میں ناکام رہی اور مظاہروں کا سلسلہ افغانستان کے دوسرے صوبوں تک پھیل گیا۔ امریکی وزیر دفاع لیون پینٹا نے بھی بگرام کے فوجی اڈے پر پیش آنے والے واقعے پر معافی مانگی ہے اور واقعے کی تحقیقات کا وعدہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس اقدام سے امریکی فوجیوں کی جانیں خطرے میں پڑ گئی ہیں۔ گویا انہیں قرآن کریم اور مسلمانوں کے جذبات کی کوئی پروا نہیں، اگر فکر ہے تو صرف یہ کہ اس سے امریکی فوجیوں کی جانیں خطرے میں پڑ گئی ہیں۔ پاکستان میں بھی افغانستان میں ہونے والے اس واقعے پر شدید اشتعال اور رنج وغم پایا جاتا ہے جبکہ عوام پہلے ہی سلالہ میں نیٹو کے حملے کے نتیجے میں ۲۴ پاکستانی فوجیوں کی شہادت پر امریکی صدر کی معافی کے منتظر ہیں۔

اسلام دشمنی، مسلمانوں کی دل آزاری اور قرآن پاک شہید کرنے کا یہ پہلا واقعہ نہیں بلکہ امریکا اور یورپ میں تسلسل کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور توہین آمیز خاکوں سے لے کر قرآن پاک شہید کرنے کے واقعات پیش آرہے ہیں۔ امریکی ویورپی حکمرانوں اور ان کے فوجیوں کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کا اندازہ اس ویڈیو سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو گزشتہ دنوں منظر عام پر آئی جس میں امریکی فوجیوں کو طالبان کی لاشوں پر پیشاب کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ اسی طرح کچھ عرصہ قبل یہ بھی خبریں آئیں کہ گوانتاناموبے جیل میں قید مسلمان قیدیوں سے تفتیش کے دوران امریکا کے تفتیشی افسروں نے قرآن پاک کی بے حرمتی کی تاکہ ان افراد کو اعتراف جرم پر مجبور کیا جائے۔ اسی طرح گزشتہ سال ایک امریکی پادری ٹیری جونز کے ہاتھوں قرآن پاک کو نذر آتش

کر کے شہید کرنے کا زخم اب بھی مسلمانوں کے دل میں تازہ ہے جس پر میں نے ایک کالم بھی تحریر کیا تھا۔ وہ دن دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے ایک سیاہ ترین دن تھا جب ملعون امریکی پادری نے اسلام، مسلمانوں اور قرآن پاک سے شدید نفرت کے اظہار کے لئے اپنی ذہنی خباثت کو عملی شکل دیتے ہوئے قرآن پاک کو شہید کیا۔ پادری جونز نے قرآن پاک کی بے حرمتی سے قبل اپنے چند انتہاپسند ساتھیوں کے ساتھ مل کر قرآن پاک کے خلاف ایک عدالتی عدالت قائم کی اور قرآن پاک پر الزام لگایا کہ نعوذ باللہ قرآن دنیا میں دہشت گردی، انسان دشمنی اور ۹/۱۱ کا ذمہ دار ہے۔ اس نام نہاد عدالت نے جس میں صرف جونز کے چند انتہاپسند ساتھی موجود تھے، قرآن پاک کو نذر آتش کرنے کا فیصلہ سنایا، جب قرآن پاک کو نذر آتش کیا جا رہا تھا تو پادری کے ساتھی قہقہے لگا رہے تھے اور جلتے ہوئے قرآن کے ساتھ تصاویر بنوا رہے تھے۔

گزشتہ ایک دہائی سے تسلسل کے ساتھ امریکا اور یورپ میں اسلام دشمنی کے واقعات پیش آ رہے ہیں۔ افغانستان میں قرآن پاک کی بے حرمتی کا پیش آنے والا حالیہ واقعہ نہ تو پہلی بار رونما ہوا ہے اور نہ اسے قرآن پاک کی آخری مرتبہ توہین تصور کیا جاسکتا ہے۔ اس واقعے سے یہ بھی سوال اٹھتا ہے کہ کیا افغانستان پر گیارہ سال سے قابض امریکی و اتحادی فورسز مسلمانوں کے مذہب و ثقافت سے ناواقف ہیں یا وہ جان بوجھ کر مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہی ہیں؟ کیا امریکی و اتحادی فورسز نے گوانتاناموبے اور عراق میں پیش آنے والے واقعات سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا؟ اس طرح کے واقعات سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی امریکی و اتحادی افواج افغانیوں کے دل جیتنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں اور ایک قابض فوج ہی رہیں۔ کسی ملک پر قابض ہونا آسان ہوتا ہے لیکن اس ملک کے عوام کے دلوں کو جیتنا آسان نہیں۔ امریکی فورسز جنہوں نے افغان فوجیوں اور پولیس کو تربیت دی، آج انہی افغان فوجیوں اور پولیس کی گنوں کا رخ امریکی و نیٹو فورسز کی طرف ہے۔ کوئی بھی مسلمان اپنی ذات، اپنے خاندان اور ملک کی توہین تو شاید برداشت کرلے مگر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی توہین و بے حرمتی ہرگز برداشت نہیں کرسکتا، کیونکہ ناموس رسالت اور قرآن پاک کا تحفظ مسلمانوں کے لئے ہر شے سے مقدم ہے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی، ۲۹ فروری ۲۰۱۲ء)

ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ختم نبوت پروگرامز

ٹوبہ ٹیک سنگھ .... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مختلف علاقوں میں ختم نبوت پروگرامز کا اہتمام کیا گیا، اہل علاقہ نے ان پروگراموں میں بھرپور شرکت کی اور مجلس کی ان سرگرمیوں کو خوب سراہا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں

۹ فروری .... بروز بدھ بعد نماز عشاء خان دا چک کمالیہ میں ایک شاندار پروگرام ہوا، جس میں حضرت مولانا محمد نواز ملتان، مولانا محمد عالم طارق چیچہ وطنی اور مولانا خبیب احمد مبلغ ضلع ٹوبہ نے بیان فرمائے۔ مولانا خبیب احمد نے اپنے بیان میں سارے قادیانیوں کو دعوت اسلام دی اور عقیدہ ختم نبوت اور مرزا قادیانی کے دجل و فریب پر آگاہ کیا، انہوں نے کہا کہ کل قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ اے اللہ! ہمیں کسی نے اسلام کی دعوت نہیں دی تھی۔ بندہ اپنی پوری جماعت کی طرف سے اسلام کی دعوت دیتا ہے قادیانیت چھوڑو، مرزا پر لعنت بھیج کر اسلام کے دامن میں آ جاؤ۔ اس پروگرام کے لئے حافظ عدیل ارشد و دیگر معاونین نے خوب محنت کی۔

۱۰ فروری .... بروز جمعرات جامع مسجد درس والی چک نمبر ۲۵۸ معلی میں مولانا لطف اللہ لدھیانوی، مولانا اللہ بخش، مولانا مطیع اللہ، مولانا خبیب احمد نے عقیدۂ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے عنوان پر بیانات کئے۔

۱۶ فروری .... بروز جمعرات نماز عشاء جامع نعمانیہ کمالیہ میں سیرت النبی کے عنوان سے کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں سینیٹر حضرت مولانا خالد محمود سومرو، مولانا عثمان، مولانا قاری عمر فاروق اور مولانا عتیق الرحمن نے خطاب فرمایا۔ مولانا خبیب احمد نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا فرق واضح کیا اور ان تحاریک میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کی محنت و کوشش اور تعلق پر تفصیلی بیان کیا۔ علاوہ ازیں تحریک ناموس رسالت پر بھی ان جماعتوں کے اکابرین اور کارکنان کی محنت و کوشش و تعلق اور قربانیوں کا ذکر کیا بعد میں شاعر انقلاب سید سلمان گیلانی نے ''کریکٹر مرزا قادیانی'' پر بہت عمدہ نظم پڑھی جس نے اس کانفرنس کو چار چاند لگا دیئے۔

۲۳ فروری .... جمعرات عائشہ مسجد گوجرہ میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس کی صدارت حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہ نے فرمائی۔ مولانا اسلم چشتی کی نگرانی میں مولانا عبدالرشید غازی مبلغ فیصل آباد، مولانا اسعد مدنی جھنگ، قاری منظور احمد اور مجلس کے مرکزی رہنماؤں میں سے مولانا قاضی احسان احمد کراچی، مولانا عزیز الرحمن ثانی لاہور، مولانا ضیاء الدین آزاد، شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے خطاب فرمائے۔ مولانا حبیب الرحمن تونسوی کی سرپرستی میں شہر کے دیگر علماء کرام نے بھی شرکت فرمائی۔ بھائی عامر، بھائی ذوالفقار، بھائی مجاہد نور پوری، مولانا حذیفہ، منتظم جامعہ امدادیہ گوجرہ نے انتظامات کے فرائض نبھائے۔

۲۴ فروری .... حضرت خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم نے نماز جمعہ جامع مسجد عائشہ گوجرہ میں ادا فرمائی بعد نماز جمعہ مدرسہ عائشہ للبنات اور مجلس ختم نبوت کے زیر انتظام جامع مسجد ختم نبوت کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا۔

افغانیوں کی غیرتِ دیں!

مولانا محمد ازہر

۲۰ فروری ۲۰۱۲ء کو افغانستان کے بگرام ایئربیس پر نیٹو افواج کے اہل کاروں نے قرآن کریم کے نسخوں کو نذرِ آتش کرکے خوابِ غفلت میں سوئے ہوئے مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر جھنجھوڑا ہے کہ ہماری ''کروسیڈ'' جاری ہے۔ اب امریکا اور اس کے اتحادیوں کا خبثِ باطن پوری دنیا کے سامنے آچکا ہے۔ سابق امریکی صدر بش مسلم کش نے عراق و افغانستان پر حملوں کے دوران جب ''کروسیڈ'' (صلیبی جنگ) کا لفظ استعمال کیا تھا تو یہ محض جذباتی یا وقتی اظہار نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت تھی، اگرچہ بعدازاں اس کی تردید کردی گئی۔

عیسائیوں کا گو یہ دعویٰ ہے کہ انہوں نے کلیسا اور ریاست کو جدا جدا کردیا ہے مگر یورپ کے عیسائی حکمرانوں نے پادریوں کی ایک بات نہ صرف مانی بلکہ اسے صدقِ دل سے اپنے ایجنڈے کا حصہ بنا کر اس پر عمل پیرا ہے۔ یہ پادریوں کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ ہے جو تاریخ میں صلیبی جنگوں کے نام سے معروف ہے۔ عیسائی صلیبی جنگوں کو مذہب سے بغاوت کے باوجود سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اس وقت مبینہ دہشت گردی کے خلاف جنگ درحقیقت مسلم امہ کے خلاف صلیبی جنگ ہے۔ ناموسِ رسالت اور قرآن کریم کی توہین اسی کروسیڈ کا تسلسل ہے۔

تازہ واقعہ میں امریکی فوجیوں نے بگرام ایئرپورٹ پر بہت سی دینی کتب کے ساتھ قرآن کریم کو بھی نذرِ آتش کیا، اس جسارت کے خلاف سب سے پہلے بگرام ہوائی اڈے کے باہر بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، دوسرے دن یہ مظاہرے ملک کے دیگر شہروں میں بھی پھیل گئے۔ کابل اور جلال آباد کو ملانے والی سڑک پر ہزاروں افغانیوں نے جمع ہوکر مرکزی شاہراہ کو بند کردیا۔ مظاہرین نے قرآن کریم کے نیم سوختہ اوراق اٹھا رکھے تھے اور وہ ''مرگ بر امریکا'' (امریکا کے لئے موت) کے نعرے لگارہے تھے۔ ایک ۱۸ سالہ نوجوان کا کہنا تھا کہ: ''اگر امریکی اسی طرح ہماری توہین کریں گے تو ہم بھی شدت پسندوں کے ساتھ شامل ہوجائیں گے۔''

اسی اثناء میں امریکی صدر بارک اوباما نے واقعہ پر معافی مانگنے کا اعلان کیا، یہ معافی درحقیقت قرآن پاک کی بے حرمتی پر نہیں، بلکہ امریکیوں کی جان بچانے کی غرض سے مانگی گئی، افغان عوام نے امریکی صدر کی یہ منافقانہ معافی طلبی قبول کرنے سے انکار کردیا اور سانحہ کے تیسرے دن ''مرگ بر امریکا'' اور ''اوباما مردہ باد'' کے نعروں میں زیادہ شدت آگئی۔

افغانستان کے صدر حامد کرزئی نے عوام سے پُرامن رہنے کی اپیل کی، جواباً طالبان کے ایک ترجمان نے کہا کہ افغان شہری احتجاج ترک نہ کریں بلکہ وہ نواحی اڈوں کو نشانہ بنائیں تاکہ غیرملکیوں کو سبق سکھایا جاسکے اور آئندہ بھی قرآن کریم کی بے حرمتی کی جرأت نہ کریں۔ صوبہ ننگرہار میں ایک شخص نے نیٹو کے دو سپاہیوں کو گولی مار کر ہلاک کردیا۔ صوبہ لغمان کے دارالحکومت میں تین ہزار سے زائد افراد نے احتجاجی مظاہرے میں امریکی صدر بارک اوباما کا پتلا جلایا۔ چاردن کے اندر اندر مظاہروں کا سلسلہ کم و بیش پورے ملک میں پھیل گیا، مظاہرین پر نیٹو اور افغان اہلکاروں کی وحشیانہ فائرنگ سے بیس افراد جاں بحق ہوگئے۔ ہرات، بغلان، غزنی، ننگرہار، پکتیا، قندوز اور مزار شریف میں مظاہرین، ہزاروں کی تعداد میں تھے اور ان کے غم و غصہ میں مسلسل اضافہ ہورہا تھا۔

قرآن کریم کی اس بے حرمتی کا رنج تمام افغانیوں کو تھا، جس کا مظہر یہ واقعہ ہے کہ ۲۵ فروری کو افغان انٹیلی جنس پولیس کے ایک افسر عبدالصبور نے امریکی فوج کے ایک کرنل اور ایک میجر کو گولیاں مار کر ہلاک کردیا، سینئر امریکی افسران کی اس ہلاکت نے امریکیوں کو خوفزدہ کردیا اور انہوں نے فوری طور پر بین الاقوامی سیکورٹی اہل کاروں کو کابل اور اس کے قریب وزارتوں سے نکال لیا۔ امریکا کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے برطانیہ، فرانس اور جرمنی نے بھی افغانستان کی مختلف وزارتوں میں متعین اپنے عملے کو واپس بلانے کا فیصلہ کیا ہے۔

افغانستان میں امریکی سفیر ریان کروکر کا کہنا ہے کہ اس وقت افغانستان میں سخت کشیدگی کا ماحول ہے۔ سفیر کے بقول: ''ہمیں تشدد کے ختم ہونے اور حالات کو معمول پر آنے کا انتظار کرنا چاہئے۔ جس کے بعد ہی ہم اپنے معمول کے کام پر واپس آسکیں گے۔''

تازہ واقعہ میں مشرقی افغانستان میں جلال آباد کے ہوائی اڈے پر ایک خودکش کار بم دھماکے میں نو افراد

ہلاک ہوگئے ہیں۔ افغان طالبان نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اسے نیٹو افواج کے ہاتھوں قرآن کریم کے جلائے جانے کا بدلہ قرار دیا ہے۔

امریکی فوجیوں کے ہاتھوں قرآن کریم جلائے جانے کے خلاف افغانستان بھر میں کئی روز سے خون ریز احتجاج جاری ہے۔ اس سلسلہ میں افغانستان کے غیور مسلمانوں نے امریکی کمانڈر، امریکی وزیر دفاع، افغان صدر حامد کرزئی اور امریکی صدر اوباما کی منافقانہ اپیلوں اور معافی ناموں کو مسترد کردیا ہے۔ خبر رساں ایجنسیوں کے مطابق سیکورٹی اہل کاروں کی ہمدردیاں بھی مظاہرین کے ساتھ ہیں، سرکاری اہل کار بھی غم وغصہ میں عام شہریوں سے پیچھے نہیں۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ مظاہروں کا یہ سلسلہ مزید شدت اختیار کرے گا۔ امریکیوں اور افغان فوجیوں کے درمیان بے اعتمادی کی خلیج مزید گہری ہوگی اور کچھ بعید نہیں کہ یہی سانحہ افغانستان سے امریکا کے جلد انخلا کا سبب بن جائے۔

قرآن کریم کی بے حرمتی کے اس سانحہ پر بلاشبہ افغان عوام اپنے ایمانی جذبات کا مظاہرہ کررہے ہیں لیکن یہ پہلو افسوسناک ہے کہ دیگر مسلمان ممالک میں اس قبیح حرکت کے خلاف کوئی موثر احتجاج نہیں ہوا۔ یہ درست ہے کہ بے حرمتی کا یہ واقعہ افغانستان میں ہوا اس لئے قدرتی طور پر وہاں کے مسلمانوں کو زیادہ احتجاج کرنا چاہئے تھا مگر دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی طرف سے بھی کسی آواز کا اٹھنا ضروری تھا۔ مسلم ممالک کے راجاؤں، بادشاہوں اور جمہوری قباؤں میں چھپے ہوئے فرماں رواؤں سے تو کسی کلمہ حق کی امید نہ تھی مگر ان ممالک کے مسلمانوں کو بھرپور احتجاج کے ساتھ یہ واضح کرنا چاہئے کہ امریکی فوجیوں کی اس جسارت سے انہیں سخت صدمہ پہنچا ہے اور اس واقعہ کے بعد عالم اسلام میں امریکا کے خلاف غیظ وغضب اور نفرت میں اضافہ ہوگا۔ پاکستان میں بھی مذہبی سیاسی جماعتوں نے روایتی احتجاج اور معمولی بیانات سے زیادہ کچھ نہیں کیا اور پاکستانی میڈیا نے پڑوس میں برپا ہونے والی اتنی بڑی تحریک کا بالکل ہی بلیک آؤٹ کرکے عوام کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔ البتہ افغانستان کے مسلمانوں نے ایک بار پھر یہ ثابت کردیا کہ دینی غیرت وحمیت میں وہ مجموعی طور پر دنیا کے دوسرے خطوں میں بسنے والے مسلمانوں سے ضرور آگے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۹ فروری ۲۰۱۲ء)

جھنگ میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی مصروفیات

جھنگ (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع دو روزہ دورہ پر ۱۸ فروری کو جھنگ صدر تشریف لے آئے، جہاں مولانا غلام حسین، مولانا سید مصدوق حسین شاہ، مولانا ظہور احمد سالک، شیخ مقبول احمد، محمد نعیم سمیت کئی ایک جماعتی زعماء نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ ۱۸ فروری بعد نماز ظہر آپ نے ''جامعہ علوم شرعیہ'' کے طلبا و اساتذہ کرام سے خطاب کیا اور انہیں قادیانیوں کے کفریہ عقائد اجرائے نبوت، وفات مسیح علیہ السلام اور مرزا قادیانی کے دعاوی مجدد، محدث، امام مہدی، مثیل مسیح، مسیح موعود ظلی و بروزی، غیر تشریعی اور تشریعی نبوت کے دعاوی سے آگاہ کیا اور دعاوی مرزا کا رد کیا۔ مدرسہ کے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کا طالب علم کل کا عالم دین ہے، لہٰذا طلبا کو قادیانیت سمیت تمام فتنوں سے نہ صرف آگاہی حاصل کرنی چاہئے بلکہ ان کے تردیدی دلائل پر مکمل عبور حاصل کرنا چاہئے۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد فاروقیہ میں منعقدہ ایک اجتماع سے خطاب کیا، جس میں جناب زاہد سعید بھٹہ ایڈووکیٹ، مولانا غلام حسین، مولانا ذوالفقار اللہ نے خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ پاکستان قادیانیوں، پرویزیوں، گوہر شاہیوں سمیت فتنوں کو آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ حکمرانوں کو کرپشن، لوٹ مار، عدلیہ سے لڑائی سے فرصت ہی نہیں کہ وہ فتنوں کا قلع وقمع کریں، لہٰذا علماء کرام اور دین دار مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اہل اسلام کے ایمانوں کا تحفظ کریں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسی فریضہ کو سرانجام دے رہی ہے۔

۱۹ فروری بعد نماز فجر مولانا شجاع آبادی نے جامع مسجد ''قاضیاں'' میں درس قرآن دیا۔ جس میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وافادیت سے آگاہ کیا۔ ۱۱ بجے مدرسہ صدیق اکبر بیگ کالونی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں کا اجلاس مولانا ظہور احمد سالک کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالغفار احرار، مولانا محمد سرور، فرحان، مولانا عمر دراز، قاری عزیز الرحمن، محمد امجد، محمد نعیم سمیت دو درجن علماء کرام اور جماعتی رفقاء نے شرکت کی۔ جھنگ میں مجلس کی کارکردگی پیش کی گئی۔ مولانا غلام حسین مبلغ جھنگ نے ضلع میں کیسوں پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ کئی ایک مقامات پر قادیانیوں، گوہر شاہیوں، منکرین حدیث کی گستاخانہ عبارتوں اور تقریروں پر مقامی احباب نے کیس کئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رضا کارانہ طور پر کیسوں کی پیروی کررہی ہے۔ فرحان نامی ایک شخص نے قادیانیت سے تائب ہونے کا اعلان کیا کہ قادیانیت دجل وفریب، گستاخی رسول، گستاخی صحاب واہلبیت کا نام ہے۔ جب میں نے مرزا قادیانی کی کتابوں کو تنقیدی نگاہ سے دیکھا تو دجل وفریب کے سوا مجھے کچھ نظر نہ آیا، انہوں نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آزاد کشمیر کے مبلغ مولانا خالد میر نے مجھے اسلامی عقائد سے آگاہ کیا۔ انشاء اللہ بقیہ زندگی میں دین اسلام کی نشر واشاعت اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرتا رہوں گا۔ بعد نماز مغرب جامع مسجد تقویٰ جھنگ سٹی میں جلسہ سیرت منعقد ہوا جس کی صدارت حافظ بشیر احمد نے کی جبکہ مولانا شجاع آبادی نے میثاق انبیاء، ازل سے ابد تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی، مکانی پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں لاہور کے لئے روانہ ہوگئے۔

لادینی نظامِ تعلیم اور مغربی تہذیب و ثقافت

عبداللہ آمان کوٹی

’’تعلیم گاہ‘‘ جسے عرف عام میں اسکول و مدرسہ کہا جاتا ہے۔ درحقیقت انسانیت، تہذیب، اخلاق، روحانی تربیت کی جگہ ہے، ان اسکولوں اور مدرسوں میں اساتذہ اپنے اپنے انداز میں تعلیم دیتے ہیں اور جو طالب علم اور اسٹوڈنٹس ان سے تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کو اپنے طریقہ کار، اپنے مزاج کا خوگر اور متبع بناتے ہیں، جب وہ طالب علم اپنے اساتذہ کے تابع ہوجاتے ہیں تو ان کے مزاج و مذاق میں ڈھل کر ہر جگہ اپنے خاص قسم کے افکارات و خیالات کا اظہار کرتے ہیں، اگر یہ خیالات و افکار مصلح اور نیک آدمی کے ہوں تو اصلاح ہوتی ہے، جس سے اس تعلیم گاہ اور طلبا میں امن، سکون، راحت، محبت پائی جاتی ہے، لہٰذا جب یہ طلبا ان تعلیم گاہوں سے فراغت حاصل کرکے زندگی کے عملی میدان میں جاتے ہیں تو ان سے امن، سکون، راحت، محبت، پھیلتی ہیں اور اگر طلبا کو اساتذہ نیک اور صالح میسر نہ آئیں تو فساد ہوتا ہے، جس سے اس تعلیم گاہ میں اور جہاں جہاں یہ طلبا زندگی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں وہاں وہی چیزیں پائی جاتی ہیں جو ان طلبا میں موجود ہوتی ہیں۔

اس بات کو ہر اہل علم تسلیم کرتا ہے کہ مدارس کی بنیاد محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’صفہ‘‘ کی صورت میں رکھی اور پھر یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پوری دنیا میں امن، سکون، محبت قائم کرتے رہے اور اس کے اثرات آج بھی مدارس میں پائے جاتے ہیں، کیونکہ آج بھی ان مدارس میں وہی قرآن پڑھایا جاتا ہے جو دور نبوت میں ابوبکر صدیقؓ کو پڑھایا گیا آج بھی وہی فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھائے جاتے ہیں جو محسن انسانیت کی زبان سے عمر فاروقؓ نے سنے، ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہیں کہ وہ ماحول نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح کے افراد پیدا نہیں ہورہے لیکن اس کا مشاہدہ ہے قرآن اور احادیث نبوی سے جو برکات حاصل ہورہی ہیں، ان برکات نے ان طلبا کو باقی افراد سے منفرد کردیا ہے۔

مدارس میں علم شریعت پڑھایا جاتا ہے، لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس علم شریعت پڑھنے والے طلبا کی عملی تربیت نہ ہونے کے برابر ہے، جس کی وجہ سے مدارس کے فارغ احباب معاشرے کی اصلاح کما حقہ نہیں کر پارہے، اپنے ساتھ علم شریعت پر دوسروں کو چلانے اور معاشرے کی کما حقہ اصلاح کے لئے علم شریعت کے ساتھ طریقت کا ہونا لازم ہے، علم شریعت راستہ دکھلاتا ہے اور طریقت کی ریاضت چلنے کی طاقت پیدا کرتی ہے، جب دونوں چیزیں جمع ہوتی ہیں تو پھر انسان صرف خود ہی نہیں چلتا بلکہ اس کے پیچھے ہزاروں انسانوں کو جوڑدو تو وہ سب کو ساتھ لے کر منزل مقصود تک پہنچادیتا ہے اس انسان میں ان کو اپنے ساتھ لے کر چلنے کی طاقت طریقت کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے۔

لیکن جہاں عصری تعلیم کی بات آتی ہیں تو اس بارے میں ہمیں ان افراد کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو ان اسکولوں کے بانی ہیں تاکہ ہمیں ان کے مقاصد اور مشن کا علم ہو، تبشیری انجمنوں اور جماعتوں کے عالمی صدر سموئیل زویمر اپنی کتاب ’’الغارۃ علی العالم الاسلامی‘‘ کے صفحہ گیارہ پر رقم طراز ہے کہ:

’’مغربی تہذیب و ثقافت کے حوالے سے اس تبشیری مہم کی دو خصوصیات ہیں، ایک خصوصیت ہے تباہ و برباد کرنے کی اور دوسری تعمیر و آباد کرنے کی، تباہ کاری سے میری مراد یہ ہے کہ مسلمانوں اور بالخصوص ان کی نوجوان نسل کو تعلیم جدید کے نام پر اسلام کی گرفت سے آزاد کرایا جائے، اگرچہ وہ اسے ملحد بنانے کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو، اور تعمیر سے میری مراد ہے کہ اگر ممکن اور مفید نظر آئے تو پھر ان نو تعلیم یافتہ سابق مسلمانوں کو حلقہ بگوش مسیحیت ہونے کا شرف و اعزاز بخشا جائے تاکہ اس طرح وہ اپنی قوم کے خلاف مغربی تہذیب و ثقافت کے نمائندے کے طور پر کھڑے ہوسکیں۔‘‘

(بحوالہ ’’اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں‘‘ ص:۱۳۶)

اس طرح یہ مستشرق اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۸۲ پر مزید تحریر کرتا ہے کہ:

’’چونکہ مسلمانوں کو مسیحی مدارس اور اداروں سے نفرت ہے، اس لئے ان ممالک کے اندر ایسے لادینی مدارس اور اداروں کا قیام ہمارے لئے واجب ہے کہ جہاں ہر مسلمان خوشی

خوشی اپنے بچوں کو داخل کرا سکے، ہمیں اس حوالے سے ان لادینی مدارس کے قیام واہتمام کے لئے ہر ممکن سہولت بہم پہنچانی چاہئے یہ ادارے ہمارے لئے انتہائی مفید اور ہمارے مقاصد کے لئے بڑے کارآمد ثابت ہوں گے، کیونکہ ان اداروں کے توسط سے ان مسلمان طلبا کے اندر سے اسلامی تہذیب وثقافت کی روح کو بالکلیہ ختم کرنے میں بڑے موثر طریقے پر کامیاب ہوسکتے ہیں۔“ (ایضاً)

اور مشہور زمانہ مبشر تکلی اس حوالے سے یوں رقم طراز ہے:

”ہمارے لئے واجب ہے کہ ہم بلاد اسلامیہ کے اندر ایسے یورپین طرز اور نمونے کے تعلیمی اداروں کا جال بچھادیں جو کہ لادینی نظام تعلیم کے اصول پر قائم ہوں، ان اداروں کا جلد ہی یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ ان اداروں سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے نوجوان مسلمان نسل کی کم از کم نوے فیصد اسلام اور قرآن کے بارے میں اپنے یقین اور اعتماد سے بالکل ہی تہی دامن ہوجائے گی، خاص طور پر جب یہ نسل ہمارے ان اداروں میں یورپی طرز اور نمونے کے مطابق تیار کردہ نصاب ہائے تعلیم کا مطالعہ کرے گی۔ جب یہ ہماری زبانیں اور فلسفے اور افکار تصورات کو ہمارے ہی اساتذہ سے پڑھے گی تو پھر یہ نوجوان نسل نہ صرف اپنے اسلامی فکر وفلسفہ سے برگشتہ ہوجائے گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ہمارے لادینی افکار وتصورات کی دل و جان سے گرویدہ بھی ہوجائے گی۔“ (التبشیر والاستعمار،ص:۸۹،بحوالہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں)

مندرجہ بالا اقتباسات میں اسکولز کے بنیادی مقاصد بیان ہوئے ہیں، جس سے ہر انسان اس بات کو جان سکتا ہے کہ تعلیم جدید کے نام پر اسکولز کی افادیت یا نقصان کس قدر ہیں۔ ان اقتباسات میں جو مقصد مذکور ہے وہ سموئیل زویمر کے الفاظ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک مہم ہے جس کے ذریعے ان نوجوان مسلمانوں کو اسلام کی گرفت سے آزاد کرانا ہے اس بنا پر ان کی اس مہم کو چار چاند لگانے کے لئے لارڈ میکالے نے ۱۸۴۸ء میں ایسا نصاب تعلیم دیا جو مسلمانوں کو غلامی کی جانب گامزن کرنے کے لئے ایسا فیول ہے، جو انسان کو سالوں کا سفر دنوں میں کرائے اس لئے ہم روزمرہ کی زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان اداروں سے ان مستشرقین کے وہ مقاصد پورے ہورہے ہیں، جن مقاصد کی خاطر ان اداروں کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

مقصد اول: نوجوان نسل کو تعلیم جدید کے نام پر اسلام کی گرفت سے آزاد کرانا۔

آج کے نوجوان کو دیکھ کر کون اس بات کا انکار کرسکتا ہے کہ مستشرقین کے مذکورہ ادارے اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہیں کہ آج کا نوجوان (الا ماشاءاللہ) دین اسلام سے بے خبر، اپنی خواہشات کا غلام اور من کا قیدی بن چکا ہے، جو دین اسلام کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتا ہے اسلامی تعلیمات واحکام کو فضول خیال کرتا ہے۔ اسلامی طرز زندگی کو جہالت اور دقیانوسی گردانتا ہے، اب اس نوجوان کو اسلام کی راہ سے گمراہی پر لگا کر اس ادارے نے اپنا مقصد احسن طریقے سے پورا کردیا ہے، ان اداروں سے فراغت حاصل کرنے والا یہ نوجوان جب عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو جہاں اس کے قدم پڑتے ہیں وہاں یہ ان اداروں کی ترجمانی کرتا ہے، اپنے ماتحتوں کو، ہم مرتبہ کو، مافوق کو اسلام سے دور کرنے کی سعی کرتا ہے اور اس کو اپنی ذمہ داری کہتا ہے کہ ہم نے اگر ترقی کرنی ہے تو ان پرانے خیالات کو چھوڑنا ہوگا جو ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ (نعوذ باللہ)

مقصد دوم: ان تعلیم یافتہ سابق مسلمانوں کو حلقۂ بگوش مسیحیت ہونے کا شرف بخشنا۔

ان اداروں سے فراغت حاصل کرنے والے احباب مادیت کے طرف مائل ہوتے ہیں، ”کمائیں گے تو کھائیں گے“ ان کی ذہنیت ہوتی ہیں، اس بنا پر فراغت کے بعد ان کی اولین سوچ اچھی جوب ونوکری کی تلاش ہوتی ہے، اپنا مستقبل سنوارنے کے لئے دن رات کوشش اور بھاگ دوڑ ان کے زندگی کا حصہ ہوتا ہے، بینک بیلنس، گاڑی بنگلہ ان کا مقصود ہوتا ہے، ان آشیانوں کی تلاش میں سرگردان اور دربدر ہوتے رہتے ہیں، ان کی اس سوچ و ذہنیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عیسائیت کے آلۂ کار ان کو اچھی جوب وشادی کے لالچ میں ایمان سے فارغ کردیتے ہیں، جس سے ان کو مسیحیت میں داخل کردیا جاتا ہے اور ان اداروں کا دوسرا مقصد بھی بڑے آرام اور بلامشقت پورا ہوجاتا ہے، اب یہ آدمی سابقہ مسلمان کے نام سے موصوف ہوجاتا ہے کہ ہر محفل میں ان کا تعارف سابقہ مسلمان اور موجودہ کرسچن سے کیا جاتا ہے۔

مقصد سوم: اپنی قوم کے خلاف مغربی تہذیب کا نمائندہ بنانا۔

ان اداروں کے فارغ التحصیل صرف تہذیب میں نہیں بلکہ ہر چیز میں اپنے آقاؤں کی نمائندگی کرتے ہیں، اسلام کے ہر اصول و فروع سے اختلاف کرنا، لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنا، ان کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے، یہ حضرات اپنے اوپر مسلمان کا لیبل لگا کر اسلام دشمنی کرتے ہیں۔ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ یہ اشخاص اسلام کے لئے کافروں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ مرزا غلام

احمد قادیانی، سرسید احمد خان، سلمان رشدی، ڈاکٹر ذاکر نائک، زید حامد اور ان کے علاوہ دوسرے اسلام دشمن ان ہی اداروں کی پیداوار ہیں، جو مکمل طور پر ان کی نمائندگی کرتے ہوئے اسلام دشمنی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ جنہوں نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے، انتشار اور تفرقہ پیدا کر کے، مسلمانوں کی قوت کو نیست کر کے ان کو اہل باطل کے غلام بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان ننگ وطن ظالموں نے لالچ، خود غرضی کے ذریعے مسلمانوں کی باحیاء زندگی کو بے حیاء بنادیا، باپردہ خاتون کے پردے کو چاک کردیا، عزت دار بچی فحاشی کے دروازے پر کھڑی کردی، باوقار لباس اتروا کر مردوزن کو بے شرم کردیا، پُرامن ماحول کو حرص ولالچ کی وجہ سے دہشت گردی کا ماحول بنادیا، پیار اور محبت کے ماحول کو ان ہی نے نفرت اور دشمنی کا ماحول بنادیا، بیٹی سے ماں کا احترام ان ہی لوگوں نے ختم کردیا، بیٹے سے باپ کی محبت چھین لی، باپ اپنی ذمہ داری بھول گیا، ماں نے گھر کی دہلیز سے باہر قدم رکھا، ان تربیت گاہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے ایسے رجال کار پیدا کئے جنہوں نے زندگی کا سکون غارت کردیا، انسان کو وحشی بنا کر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنادیا۔

ان اداروں نے ہر وہ کام بڑے احسن طریقے سے پورا کردیا جس کے لئے اس کی بنیاد رکھی گئی تھی، جو سراسر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی سازش ہے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر آربی گب ''الاتجاہات الوطنیۃ'' ج:۲،ص:۲۰۴ میں یوں رقم طراز ہے کہ:

''مسلمانوں کی اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں اب اسلام اپنا اثر ورسوخ بالکلیہ کھو چکا ہے اور دوسرے شعبوں سے اس کا اثر ونفوذ روز بروز کم سے کم ہوتا جارہا ہے حتیٰ کہ اب اس کا اثر ونفوذ چند ایک مذہبی رسوم وتقریبات تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، اور یہ سب کچھ اس قدر ہوشیاری وحکمت اور تدبیر سے تدریجی طور پر ہوا ہے کہ مسلمانوں کو اس کی کانوں کان خبر تک نہیں ہوئی اور اب معاملہ اس مرحلے تک جا پہنچا ہے کہ جس سے واپسی ناممکن ہے، اگر اس سے واپسی کا کوئی بھی امکان ہوسکتا ہے تو اس کی بس ایک ہی ممکن صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم اسلامی کے حکمران اور وہاں کے قائدین ومفکرین اور بالخصوص وہاں کے نوجوان ہماری اس تعلیمی پالیسی اور طرز عمل کو ناکام بنانے پر کمر ہمت باندھ لیں جس کا امکان فی الحال نہ ہونے کے برابر ہے، ہمیں یہ بات اچھی طرح نوٹ کرلینی چاہئے کہ ہمیں اس حوالے سے عالم اسلام کے اندر جو بھی کامیابی حاصل ہوئی ہے، یہ سب کی سب نتیجہ ہے ہماری اس تعلیمی پالیسی یا جدوجہد کا جو ہم نے عالم اسلام کے اندر لادینی نظام تعلیم اور لادینی تہذیب وثقافت کو رواج دینے کے لئے مسلسل برپا کررکھی ہے۔'' (اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں ص:۱۴۹)

آربی گب کے اقتباس سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ممالک میں جو موجودہ حالات اور اسلام سے دوری ہے، اس کا اصل سبب یہی ادارے اور لادینی تعلیم جدید ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنا مسلمانوں کو موجودہ صورت حال سے نکالنے کے لئے انتہائی ضروری ہے اور اس کے متبادل مسلمانوں کو اسلامی علوم کے حصول کے لئے اسباب اور مواقع فراہم کرنا لازم ہے۔ ☆☆

یاوہ گوئی

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا جو انصاف کی نگاہوں سے مطالعہ کرے گا وہ خود بخود اس کے خرافات سے اس کی حماقت کا اندازہ لگا سکے گا، کہاں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزانہ کلام اور کہاں پنجابی نام نہاد نبی کا بیہودہ کلام، مرزا ایک جگہ لکھتا ہے:

''اللہ میرے ساتھ سویا اور اس نے میرے ساتھ قوت رجولیت کا اظہار کیا پھر مجھے حمل ہوگیا تھوڑے دنوں بعد مجھ سے بچہ پیدا ہوگیا، پھر اس بچے کی تعریف یوں کرتا ہے: فرزند دلبند، گرامی دل پسند مظہر الحق۔''

آہ! افسوس کہ اس کلام کو پڑھ کر بھی کوئی مرزا کو نبی یا مہدی تصور کرسکتا ہے؟ یہ کوئی انسانوں کا کلام ہے؟ مجھے ایسی باتوں کے نقل کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے یہ کوئی انصاف ہے؟ خدا کی قسم ایسی باتیں زبان پر نہیں آسکتیں یہ کوئی شریف آدمی کہہ سکتا ہے یا سن سکتا ہے؟

لیکن کیا کروں کبھی کبھی بدبودار گلیوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے ایک جگہ مرزا نے اپنے ایک الہام پر ''یدون ان یروتمسک'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی وناپاکی پر اطلاع پاوے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں رہا بلکہ وہ بچہ پیدا ہوگیا جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔''

مرزا کی کفریات کی ایک لمبی چوڑی داستان ہے اس نے خدا کے انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ہر دور کے علماء حق کے حق میں ہتک آمیز عبارتیں لکھی ہیں۔

میرے دوستو اور بھائیو! یا تو مجھے سمجھاؤ تاکہ میں اس مسئلہ کے بیان سے رک جاؤں یا میری فریاد سن لو اور اس فتنۂ ارتداد مرزائیت کے استیصال کے لئے متفق ہو جاؤ:

مصلحت دید من آں است کہ یاراں ہمہ کار
بگزارند بہ طرۂ یاری گیرند

(امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری)

رُوح افزا اور کیا چاہیئے!
SHARBAT
ROOH AFZA
ہمدرد

بائبل کا قدیم نسخہ دریافت

احمد نجیب زادے

ترک جریدے ''توڈے زمان'' کی جانب سے اپنی نوعیت کی ایک انتہائی حیران کن اور دلچسپ خبر میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ترک حکام کے پاس ڈیڑھ ہزار سال قدیم بائبل کا وہ نسخہ محفوظ ہے، جس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں آمد اور دین اسلام کے ظہور کی پیشگوئی موجود ہے، واضح رہے کہ ماہرین آثار قدیمہ، ماہر لسانیات اور تحریر وعلم الآثار کے ایکسپرٹ حضرات نے اس نسخے کے اصل ہونے کی تصدیق کی ہے اور اپنی رپورٹوں اور تحریروں میں تسلیم کیا ہے کہ یہ نسخہ نہ صرف قدیم ہے بلکہ اسے قدیم آرامی زبان میں تحریر کیا گیا ہے جو برگزیدہ پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آبائی زبان تھی۔ ترک ماہرین کے ساتھ ساتھ عالمی ماہرین نے بھی اس حوالے سے تسلیم کیا ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس قدیم اس نسخے کو جسے مسلمانان عالم انجیل مقدس کے نام سے موسوم کرتے ہیں، تحریر کرنے میں سونے کے پانی کا استعمال کیا گیا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ نے بتایا ہے کہ انجیل کے اس نسخے اور اس میں درج پیغمبر اسلام کی آمد کے انکشاف کی اطلاعات پر عیسائی مذہب کے مرکز کلیسائے روم ویٹی کن میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ ترک جریدے ''حریت ڈیلی'' کی جانب سے پیش کی جانے والی رپورٹ کے مطابق انجیل مقدس کا یہ نسخہ اس وقت دارالحکومت استنبول کے ایتھنوگرافی میوزم میں بحفاظت موجود ہے اور دنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس قدیم ترین انجیل مقدس کی دریافت کو مسلمان ماہرین معجزہ قرار دے رہے ہیں۔ عیسائیوں کی قدیم کتاب انجیل کے ابتدائی نسخوں میں بھی پیغمبر اسلام کی آمد کی خوشخبری دی جاچکی ہے، جس کو بعدازاں کلیسائی پادریوں کی جانب سے حذف کردیا گیا تھا تاکہ عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا جاسکے۔ بعدازاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام اور عیسائیت میں دوری کے سبب لوگوں نے اس حقیقت کو فراموش کردیا کہ انجیل مقدس میں پیغمبر اسلام کی دنیا میں آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے، لیکن آج اصل انجیل مقدس کے نسخے سامنے آنے کے بعد مسلمانان عالم میں جوش وخروش پایا جاتا ہے اور وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس قدیم نسخے میں کیا کچھ تحریر ہے۔ ترکی میں موجود اس نادر ونایاب بائبل نسخے میں درج کلام الٰہی کے بارے میں برطانوی جریدے ''ڈیلی میل'' کا کہنا ہے کہ اس نسخے میں واضح انداز میں اللہ کے آخری رسول اور پیغمبر اسلام کی آمد کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ اسی نسخے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ انہوں نے ''مسیحا'' ہونے کی تردید کی اور کہا گیا کہ ''مسیحا'' اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے ہوگا، جس کے بارے میں قدیم عیسائیوں کا یقین تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل عرب ہے، یعنی وہ مسیحا عرب میں ظہور پذیر ہوگا۔ یہاں یہ یاد رہے کہ آرامی زبان میں سونے کے پانی سے لکھا انجیل مقدس کا یہ نسخہ ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے نچوڑ کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری کی بابت لکھا گیا ہے۔ ترک جریدے ''توڈے زمان'' کی جانب سے پیش کی جانے والی اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس قدیم اس تاریخی مخطوطے کے بارے میں جب کلیسائے روم ویٹی کن کے پاپائے اعظم پوپ بنی ڈکٹ سمیت ان کی کابینہ کو علم ہوا کہ بائبل کے اس قدیم نسخے میں پیغمبر اسلام کے اس دنیا میں ظہور کی پیشگوئی بھی موجود ہے جو اس وقت دنیا میں عام اور رائج انجیل کے نسخوں میں حیرت انگیز طور پر موجود نہیں ہے تو کلیسائے روم کے پیشوا پوپ بنی ڈکٹ نے اس تاریخی اور قدیم ترین کتاب تک رسائی کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اس خواہش کی تفصیلات کے حوالے سے ترک جریدے ''بوگون'' کا کہنا ہے کہ کلیسائے روم کے روحانی پیشوا پوپ بنی ڈکٹ اور ان کے قریبی ساتھیوں نے ترک عجائب گھر اور وزارت آثار قدیمہ سے اپیل کی ہے کہ انہیں اور ان کے وفد کو اس ڈیڑھ ہزار سالہ قدیم انجیل مقدس کے نسخے تک رسائی دی جائے اور اس کا تجزیہ کرنے دیا جائے، تاکہ اس کے اندر موجود احکامات وتعلیمات مسیح کی جانچ کی جاسکے۔ لیکن دوسری جانب ترک جریدے ''توڈے زمان'' سے بات چیت کرتے ہوئے پروٹسٹنٹ فرقے کے

عیسائی پادری احسان اوز بیک کا دعویٰ ہے کہ انجیل کا یہ نسخہ جس میں پیغمبر اسلام کی آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے کی صحت کے بارے میں جانچ کرنا باقی ہے، لیکن انہیں ایسا لگتا ہے کہ یہ کتاب بھی برناباس کے کسی حواری یا اس کی تعلیمات سے متاثر کسی فرد نے تحریر کی ہے۔ پروٹسٹنٹ عیسائی پادری احسان اوز بیک کے بعد ترک جریدے سے بات چیت میں ترک پروفیسر اور علم العقائد والہیات کے ماہر عمر فاروق خرمین کا کہنا ہے کہ بائبل کے اس نسخے میں درج پیغمبر اسلام کی آمد کی پیشگوئی کی تصدیق آسانی سے ہوجائے گی، اگر اس کی عمر ایک ہزار پانچ سو سال ثابت ہوجائے، کیونکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل لکھی جانے والی اس کتاب کے مندرجات عین وہی ہیں جو قرآن کریم میں درج ہیں۔ ترک جریدے ''حریت ڈیلی'' کی جانب سے پیش کی جانے والی اہم رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ کھال پر سونے کے پانی سے تحریر کیے گئے اس مخطوطے کو آرامی زبان کے سریانی رسم الخط میں اب بھی آسانی سے پڑھا جاسکتا ہے، لیکن اس زبان کو صرف چند افراد ہی پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں اور اس قدیم ترین زبان کو پڑھنے پر قدرت رکھنے والا ایک معروف لیکن عمر رسیدہ شخص شامی دارالحکومت دمشق کے نواح میں واقع ایک گاؤں میں رہتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ترک حکام اور کلیسائے روم کے اعلیٰ محققین و مذہبی پیشوا آرامی زبان جاننے والے قدیم شامی باشندوں کو اس ڈیڑھ ہزار برس قدیم انجیل کا تجزیہ کرنے اور اس کو پڑھنے کے لئے کب بلوائیں گے؟ واضح رہے کہ اس وقت بھی ہزاروں برس قدیم سریانی زبان کے چند جاننے والے ماہرین شامی دارالحکومت دمشق میں رہائش پذیر ہیں۔ ترک جریدے ''بوگون'' کی جانب سے پیش کی جانے والی اس حوالے سے ابتدائی رپورٹ کی اشاعت کے بعد دیگر ترک اخبارات و جرائد نے بھی اس قدیم انجیل مقدس کے بارے میں تفصیلات شائع کی ہیں، جن کے مطابق اس عظیم نسخے کو آج سے بارہ سال قبل ۲۰۰۰ء میں ترک پولیس کی جانب سے سرحدی علاقے میں اسمگلروں کے خلاف کی جانے والی ایک کارروائی میں برآمد کیا گیا تھا، لیکن اس عظیم نسخے کے بارے میں اس وقت کے ترک پولیس حکام کی لاعلمی کے سبب دارالحکومت کے جسٹس ہال میں رکھا گیا تھا، جہاں سے دو سال قبل اس انجیل مقدس کو استنبول کے اتھنوگرافی میوزیم میں بھیج دیا گیا تھا، جہاں ایک ماہر مخطوطات نے اس کو پہچان لیا کہ ہونہ ہو یہی نسخہ ایک تاریخی واقعے اور کلام الٰہی سے مزین ہے جس میں تمام عیسائیوں کو بتایا گیا تھا کہ اللہ کا ایک فرستادہ اور آخری پیغمبر عرب میں ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ ترک جریدے ''حریت ڈیلی'' نے تصدیق کی ہے کہ کلیسائے روم کے روحانی پیشواؤں کی جانب سے ترک حکام کو انجیل مقدس کے اس عظیم نسخہ کی بابت ایک باقاعدہ تحریری درخواست دے دی گئی ہے تاکہ کلیسائے روم کے نامزد افراد اور ماہرین اس نسخے کا تجزیہ کریں۔ ادھر دوسری جانب لندن سے شائع ہونے والے جریدے ''ڈیلی میل'' نے اپنی الگ رپورٹ میں شہ سرخیوں میں بتایا ہے کہ ترکی میں جو ڈیڑھ ہزار برس قدیم بائبل کا نسخہ دریافت ہوا ہے، اس کی شہرت کا اصل سبب اس میں سونے کے سنہری الفاظ سے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئی کا رقم ہونا ہے۔ ''ڈیلی میل'' کی اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ویٹی کن اس دریافت کے اعلان کے بعد سے اس تک رسائی کے لئے انتہائی پرجوش اور بے چین ہے۔ برطانوی جریدے کا کہنا ہے کہ ترکی میں موجود اس بائبل کے حوالے سے ماہرین سمجھتے ہیں کہ یہ ''برناباس کی انجیل مقدس'' کا ایک پرتو ہے، جس میں ایک اہم عنصر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے اپنے پیروکاروں کو یہ بتانا ظاہر کیا جاتا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے انجیل مقدس میں انہیں وعید دی تھی کہ اے عیسیٰ! بنی اسرائیل کے بیٹوں کو بتادیا جائے کہ عرب میں پیغمبر اسلام کے طور پر احمد (حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ظہور ہوگا لیکن یہاں یہ امر یاد رکھا جائے کہ برناباس کی انجیل مقدس کا نسخہ اطالوی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس میں عربی زبان میں حاشئے بھی دیئے گئے ہیں جس کو دیکھتے ہوئے بیشتر عیسائی مورخین کا استدلال ہے کہ برناباس کی انجیل مقدس جس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے، کسی مسلمان کی اختراع ہے، لیکن اس کی صحت کے بارے میں اعتراض کرتے ہوئے کوئی ٹھوس دلیل پیش نہیں کی گئی ہے۔ ترک دارالحکومت استنبول میں موجود ترک وزیر ثقافت (Ertugrul Gunay) کا کہنا ہے کہ ان کو یقین ہے کہ منکشف ہونے والی انجیل مقدس کا نسخہ ایک موثق و قابل اعتبار کتاب ہے جس کو جانور کی کھال پر مہارت سے سونے کے پانی سے لکھا گیا ہے۔ برطانوی جریدے ''ڈیلی میل'' کا ماننا ہے کہ اس مخطوطہ کو اگر اسمگل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی جاتی تو اسمگلروں کی جانب سے اس حالت میں یہ نسخہ کم از کم ڈیڑھ کروڑ پاؤنڈ کی خطیر قیمت پاسکتا تھا۔ جریدے ''ڈیلی اسٹار'' نے انکشاف کیا ہے کہ اس انتہائی قیمتی نسخے کی حفاظت کے لئے سیکورٹی کا خاص بندوبست کیا گیا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ امت کراچی، ۲۷ فروری ۲۰۱۲ء)

ہندو مذہب، مہابھارت اور گیتا کی حقیقت

مولانا ڈاکٹر ساجد الرحمن مدظلہ

گزشتہ سے پیوستہ

ہاتھ جوڑے ہوئے اور نظریں جھکاتے ہوئے سیتا نے قسم کھائی کہ میں نے اپنے دل میں کبھی رام کے علاوہ کسی مرد کا تصور تک نہیں آنے دیا، مادر گیتی سے میری درخواست ہے کہ زمین شق ہوجائے اور میں اس میں سما جاؤں۔ اسی وقت زمین شق ہوگئی اور سیتا مادر گیتی کے سینہ میں سماگئیں۔ ان کی چوٹی کے کچھ بال باہر رہ گئے۔ اسی لئے ہندو اپنے سر پر چند بالوں کی لٹ چھوڑے رکھتے ہیں۔

مملکت کا نظم ونسق بھرت کے پاس تھا اور رام چندر جی مے نوشی اور رقص و سرور کی محفلوں میں دل بہلاتے رہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوؤں نے رام کی فرضی شخصیت کے گرد ایک نیک، بہادر انسان، ایک مثالی شوہر، ایک رحمدل باپ اور ایک عادل حکمران کا جو ہالہ بنایا ہے وہ محض تخیلات کی کرشمہ سازیاں ہیں اور اگر رام فی الواقع کوئی تاریخی شخصیت تھے تو ان باتوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

کرشنا:

آٹھویں اوتار اور ہندوؤں کے ہاں مقدس ترین ہستی ہیں۔ متھرا میں واسدیو کے گھر میں پیدا ہوئے۔ والدہ کا نام دیوکی ہے۔ اس وقت کے متھرا کے راجہ کا نام کنس تھا جو بڑا ظالم اور بے رحم تھا۔ کسی نجومی نے اسے بتایا کہ اس کی بہن دیوکی کا آٹھواں بیٹا اسے قتل کرے گا اس نے فوراً اپنے بہنوئی کو مارنے کا ارادہ کیا لیکن بہنوئی نے یہ قرار دے کر اپنی جان بچائی کہ جو لڑکا ہوگا وہ راجہ کے حوالہ کردیں گے تاکہ راجہ اسے ماردے۔ جب واسدیو کے آٹھواں بیٹا ہوا تو اس نے اسے فوراً کپڑے میں لپیٹا اور اپنے نند جی نامی ایک دوست جو شیر فروش تھا اس کے گھر پہنچے، اس کے گھر لڑکی پیدا ہوئی تھی لڑکا نند جی کے حوالہ کیا اور اس کی لڑکی لاکر راجہ کے سامنے پیش کردی کہ میرے گھر بچی ہوئی ہے۔

نند جی کی بیوی جسودھا نے کرشن جی کی بہت عمدہ پرورش کی۔ جب وہ بڑے ہوئے تو انہوں نے وعظ و نصیحت کا طریقہ اختیار کیا اور بہت جلد مشہور ہوگئے۔ راجہ کو بھی پتہ چل گیا کہ یہ اس کی بہن کا آٹھواں بیٹا ہے۔

> رام اور کرشن انسان تھے، انسانوں ہی کی طرح پیدا ہوئے اور انسانوں ہی کی طرح مرگئے اور انسانوں ہی کی طرح دنیا کی مصائب و آزار بھی برداشت کرتے رہے اور کھاتے پیتے رہے تو وہ خدا کیونکر ہوسکتے ہیں؟

راجہ نے مکاری سے انہیں قتل کرانے کا پروگرام بنایا۔ اکرور نامی ایک شخص سری کرشن جی کا دوست تھا، راجہ نے اکرور کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کرشن جی کو اس بات پر رضامند کرے کہ وہ متھرا میں آکر راجہ کے پاس زندگی بسر کریں۔ راجہ نے ان کی آمد پر جشن منانے کا اہتمام کیا اور اس جشن میں کھیل تماشوں کا بھی انتظام کیا۔ ان کھیلوں میں ایک مکہ بازی کا مقابلہ بھی تھا، مکہ بازوں سے راجہ نے یہ سازباز کی کہ تم مظاہرے کے دوران کرشنا کو مکے مار کر ہلاک کردینا۔ کرشن جی بھانپ گئے اور انہوں نے مکہ باز کو آسانی سے ہلاک کردیا اور اس کے بعد راجہ کنس کو بھی ہلاک کردیا۔

کوروں اور پانڈوں کی لڑائی کے بعد ایک سفر کے دوران کرشن جی ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے کہ کسی شکاری کے تیر سے ہلاک ہوگئے۔

مہابھارت:

مہابھارت کو ہندو ادب و تاریخ و مذہب میں نمایاں مقام حاصل ہے اس تالیف میں کوروں اور پانڈوں کی باہمی جنگ کا ذکر ہے۔ ہستناپور میں چندر جنسی کے دو گھرانے بستے تھے۔ کورو سو بھائی تھے جن کا سردار دریودھن تھا یہ سب دھرت راشٹر کے بیٹے تھے۔ پانڈو کے پانچ بیٹے تھے۔ پانڈو ہستناپور کا راجہ تھا جب وہ فوت ہوا تو اس کے بڑے بیٹے یودھشٹر کو حکومت ملی۔ کوروں اور پانڈوؤں میں بہت پرانی رقابت چلی آرہی تھی۔ پانڈو کو دارالحکومت سے نکال دیا گیا وہ تمام ملک میں پھرتے رہے اور مختلف قبیلوں سے مدد طلب کرتے رہے ان میں ایک بھائی نے پنچال کے راجہ کی لڑکی دروپدی کو بہت سے رقیبوں کے بیچ میں سے نشانہ لگا کر جیت لیا اور پانچوں بھائیوں کی مشترک بیوی بن گئی۔

غرض کوروں اور پانڈوں کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں ۳۳ کروڑ ۳۳ لاکھ ۳۳ ہزار ۳۳۳ دیوتاؤں اور سورماؤں نے شرکت کی۔ اس

جنگ میں سری کرشن جی نے جو وشنو کے آٹھویں اوتار تھے پانڈوؤں کی طرف سے شرکت کی اور ان کی حمایت اور ان کے ہمت بندھانے سے پانڈوؤں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس جنگ کا زمانہ ۵۰۰ سے ۱۰۰۰ ق م کا ہے۔

اس جنگ کی داستان کو نظم کی صورت میں مرتب کیا گیا۔

کرشن اس رزمیہ نظم کے ہیرو ہیں۔ جبکہ مہابھارت کوروؤں اور پانڈوؤں سے متعلق ہے تو انہی کا مرکزی کردار ہونا چاہئے تھا مگر ایسا نہیں ہے بلکہ کرشن کو اس شاہنامہ کا ہیرو بنا دیا گیا ہے۔ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ کورو اور پانڈو ایک دور کے نہیں ہیں۔ کرشن جی پانڈوؤں کے حامی تھے جن کے پاس سلطنت تھی، کرشن جی کنسا کے مخالف تھے جن کی اپنی حکومت تھی لیکن کہیں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ دونوں حکومتیں بیک وقت موجود ہوں۔ نیز مہابھارت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ان دونوں تعلقات کو بتلاتی ہو۔ کرشن کے کردار کو نمایاں کرنے کے لئے دو کہانیوں کو باہم جوڑ دیا گیا ہے۔ ویاس نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ان دو علیحدہ علیحدہ کہانیوں کو ملا دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا کبھی کوئی ایسی لڑائی لڑی بھی گئی تھی؟ اگر لڑی گئی تھی تو کب اور کہاں؟ کیا واقعی کرشن نام کا کوئی فرد تھا جس نے جنگ میں عملی حصہ لینے کے بجائے ارجن کا رتھ بان بننا قبول کر لیا تھا؟ کیا کرشن جی کے اکسانے پر ارجن اپنے قریبی عزیزوں اور دوستوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہوا تھا؟ ویدک لٹریچر میں ہر جگہ کوروؤں کا ذکر موجود ہے پانڈوؤں کا کیوں نہیں؟ رگ وید میں ایک معمولی لڑائی کا ذکر موجود ہے لیکن اتنی بڑی جنگ کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اس لئے یہ جنگ صرف اس کے مصنفین کے تخیل کی تخلیق ہے۔

مہابھارت کے مطابق اس جنگ میں ۱۸ کشوہنی (دستے) شامل ہوتے تھے اور ہر ایک کشوہنی میں ۲۱۸۷۰ رتھ ۲۱۸۷۰ ہاتھی ۶۵۶۱۰ گھڑ سوار اور ۱۰۹۳۵۰ پیادے تھے۔

اتنی بڑی فوج کی نقل و حرکت موجودہ دور میں بھی ممکن نہیں پھر اس دور میں کیوں کر ممکن ہوئی؟ پھر اگر ہر گھوڑے پر ایک سپاہی، ہاتھی پر دو سپاہی اور ہر رتھ پر دو کے حساب سے لگائیں تو تقریباً اس جنگ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ۴۰ لاکھ افراد بنتی ہے۔ جبکہ مہابھارت نے اس جنگ میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک ارب ۶۶ کروڑ بتائی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جنگ میں شریک ہر سپاہی چار سو مرتبہ ہلاک ہوا؟

ہندو مذہب میں رسالت و نبوت کا سرے سے کوئی تصور ہی موجود نہیں ہے اور نہ وہ آخرت کے قائل ہیں۔

مہابھارت ایک لاکھ پندرہ ہزار ابیات پر مشتمل ایک رزمیہ ہے جس کو ویاس اور دیگر مصنفین نے مختلف اوقات میں مرتب کیا ہے اور اس میں بار بار اضافہ ہوا ہے۔ بدھ مذہب کے محقق رائس ڈیوس نے لکھا ہے کہ مہابھارت میں رد و بدل کے دو مقاصد تھے، برہمنوں کی قیادت دوبارہ بحال کرنا اور خود کو فراخ دل ظاہر کرنا۔

کرشن کا وجود سراسر مشکوک ہے کیونکہ ویدک لٹریچر میں دسیوں کرشن کا ذکر آیا ہے؟

کرشن کی بیویوں کی تعداد ۱۶۰۲۲ ہے۔ اس کے بیٹوں کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار ہے۔ کرشن نے دوارکا شہر آباد کیا تو وہاں ہزاروں طوائفیں آباد کیں اور ہزاروں شراب خانے بنائے۔ کرشن کے بیٹے سانبا نے تو کمال ہی کر دیا، وہ کرشن کی سولہ بیویوں کو لے بھاگا۔ جس پر کرشن نے اسے کوڑھی ہونے کی بد دعا دی۔

گیتا:

بھگوت گیتا مہابھارت ہی کا ایک حصہ ہے اسے مذہبی اعتبار سے نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ رتھ بان کرشن اور جنگجو ارجن کے درمیان مکالمے کی صورت میں تحریر کی گئی ہے۔ گیتا مہابھارت کے بعد لکھی گئی اور غالباً پہلی دوسری صدی عیسوی میں لکھی گئی۔ یہ اٹھارہ ابواب اور ۷۰۰ اشلوک پر مشتمل ہے۔

مصنفین اور محققین کا شدید اختلاف ہے کہ بھگوت گیتا کرشن مہاراج کی تصنیف ہے یا بعد میں کسی نے لکھ کر مہاراج کی طرف منسوب کر دی ہے۔ داس گپتا کی تحقیق کے مطابق گیتا کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ اس میں بہت کچھ مواد اپنشدوں سے لیا گیا ہے۔ گیتا کا زمانہ تصنیف بھی متعین نہیں ہے۔ داس گپتا کا بیان ہے کہ اس میں برہم سوتر کا حوالہ بھی موجود ہے اور برہم سوتر کو دوسری صدی قبل مسیح کے بعد کی تصنیف قرار دیا جا سکتا ہے۔

ڈی آرنا ولا کہتے ہیں کہ گیتا کے ۱۸ ویں باب کے ۷ بند میں کرشن کہتا ہے "اور جو کوئی ہمارے اس مکالمے کا مطالعہ کرے گا" اس میں لفظ مطالعہ قابل غور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لکھی گئی۔ تا بھوشن نے لکھا ہے کہ کرشن نے اتنا لمبا لیکچر عین میدان جنگ میں دیا اس بات کو کوئی احمق بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ گیتا میں اپنشدوں نے نہ صرف یہ کہ سرقہ کیا گیا ہے بلکہ پوری کی پوری عبارتیں وہاں سے اٹھا کر یہاں نقل کر دی گئی ہیں۔

کرشن جی کے وقت ہندوؤں کے تمام فلسفے اس

محور کے گرد گھومتے تھے کہ مصائب و تکالیف سے نجات کا طریقہ کیا ہے؟ شری کرشن نے بتایا کہ مصائب و آلام کی اصل مایا (مغالطہ) ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان فانی اشیاء کو حقیقی سمجھ بیٹھا ہے اس مغالطے کو دور کرنے کے گیتا میں چار طریقے بیان کئے گئے ہیں:

مراقبہ (دھیان)، ریاضت (یوگ)، عشق حقیقی ادائے فرائض

ازاں بعد حصول نجات کے تین طریقے بیان کئے گئے ہیں:

قدرت کاملہ کا عشق،

تحصیل علم برائے معرفت فرائض،

ادائے فرائض۔

ہندو مذہب کے تمام فرقوں کا مرکزی مسئلہ نجات ہے۔ ہندوؤں کے ہاں حصول نجات کے تین طریقے ہیں:

راہ عمل (کرما مرگہ)

راہ علم (جنانا مارگہ)

راہ ریاضت (بھگتی مارگہ)

ویدک تصورات کی بنیاد ایک مدلل فلسفیانہ نظام پر ہے۔ یہ نظام ایک اعلیٰ تر وجود کو (حقیقت مطلقہ یا روح اعلیٰ کو) تسلیم کرتا ہے۔ تخلیق کائنات، عدم وجود سے وجود کا ارتقائی عمل ہے۔ ابتداء میں دونوں معدوم تھے ایک تاریک خلاء تھا جس میں ذات واحد یا روح مطلق ساکت و ساکن تھی پھر اس میں خواہش پیدا ہوئی اور وجود اور عدم کی علت العلل بن گئی۔ ہندو مذہب میں جس نظریہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ پہلی ازلی ہستی نے پانی پیدا کیا جس پر ایک سنہرا انڈا تیر رہا تھا پھر وہ اس انڈے میں داخل ہوا اور برہما بن کر ظاہر ہوا۔ یعنی یا تو تخلیق اس طرح ہوئی کہ علت العلل خود کائنات میں منتقل ہوگئی یا ماوراء ہستی سب پر حاوی ہوگئی اور سب میں سما گئی جو چیز غیر مشہود تھی وہ مشہود ہوگئی۔ یہ ہندو مذہب کا وحدت الوجود کا تصور ہے کہ ہر چیز میں خدا ہے۔ جبکہ اسلامی تصوف میں وحدت الوجود کا مفہوم اس کے بالکل برعکس ہے اور یہ ہے کہ حقیقی دائمی اور باقی رہنے والا وجود صرف اللہ کا وجود ہے اور تمام اشیاء یعنی ماسوا اللہ کا وجود فانی اور غیر حقیقی ہے اور اپنے وجود میں وجود حقیقی کا مرہون منت اور اس کا شاہد ہے اور اسی لئے حضرت مجدد الف ثانی ؒ نے اسے وحدت الشہود کا نام دیا ہے یعنی ہر موجود شئے موجود حقیقی کی گواہی دے رہی ہے۔

ہندو مذہب میں راہ عمل قربانی ہے۔ اس لئے کہ جب پرجاپتی کی طاقت عمل تخلیق سے کمزور پڑ جاتی ہے تو دیوتا قربانی سے اس کمزوری کو دور کرتے ہیں۔ قربانی ہی وہ ذریعہ ہے جس سے خوش ہو کر دیوتا بارش، طلوع آفتاب وغیرہ جیسے کاموں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس طرح قربانی سے دیوتا کی مرضی پوری ہوتی ہے۔

> **ہندو مذہب سرے سے کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ فاسد فلسفیانہ خیالات کا ایک ملغوبہ ہے، جو مذہب سرے سے کوئی اساس و بنیاد ہی نہ رکھتا ہو اس مذہب کی کسی شخصیت پر بحث و گفتگو کرنا بھی ایک لایعنی بات ہے**

راہ عمل کے تعین کے لئے بہت سے مباحث زیر بحث آتے ہیں اور ان پر فلسفیانہ گفتگو کی گئی تاکہ راہ علم کے ذریعے راہ عمل متعین کی جائے۔ یہ مسائل یہ ہیں: مبدا کائنات، تقدیر، حقیقت اولیٰ کی ماہیت اور اس سے انسان کا تعلق، خیر و شر اور وسائل نجات وغیرہ۔ ان مسائل پر بحث کے نتیجے میں متعدد فلسفیانہ مکتبہ ہائے فکر وجود میں آئے مثلاً سانکھیہ، یوگیہ، ویدانت، بدھ، جین وغیرہ۔ ان میں سے ہر مکتبہ فکر نے زندگی کے مختلف مسائل کا جداگانہ حل پیش کیا" لیکن ان سب میں کچھ مشترک عناصر بھی موجود ہیں۔ پہلا مشترک عنصر یہ ہے کہ تمام مکاتب فکر وید کے تصور سے وابستہ ہیں اور وید کا تصور کرما سے وابستہ ہے۔ کرما (عمل) نام ہے علت و معلول کے درمیان رشتہ اور تعلق کا اور اسی سے وہ لامحدود تسلسل وجود میں آتا ہے جس میں کائنات اور انسان باہم پیوست ہیں۔ اس تصور عمل سے کائنات کو دیکھا جائے تو آفرینش اور توالد و تناسل کا سلسلہ پیدا ہوتا ہے اور اسی سے تناسخ اور اواگون کا تصور ابھرتا ہے۔

کرما (یا عمل) کی روح محکومی سے عبارت ہے اور محکومی آلام و مصائب کا نام ہے۔ انسان کی سعی و کوشش کا ماحصل ان زنجیروں کو توڑنا اور زمان و مکان اور علت و معلول کے سلسلے سے نجات حاصل کرنا ہے۔

راہ ریاضت (بھگتی مارگہ) دیوتا کی شخصی پوجا اور بندگی ہے۔ بھگتی کا سرچشمہ وید ہیں آغاز میں ریاضت پر زیادہ زور نہیں تھا بعد ازاں اس نے راہ علم اور راہ عمل دونوں پر سبقت حاصل کرلی۔

ہندو مذہب میں نبوت و رسالت کا تصور سرے سے موجود نہیں ہے اس لئے ہندو مذہب کا تعلق کسی ربانی تعلیم سے نہیں ہے بلکہ اس کی اساس و بنیاد فلسفیانہ تفکیر و مراقبہ ہے۔ خود خدا کا تصور غیر واضح ہے بلکہ اصلاً وہ روح مطلق ہی کے قائل ہیں جو یونانی فلسفہ میں موجود ہے۔ ہندو روح کے اور مادہ کے قدیم ہونے کے قائل ہیں، اور اس اعتبار سے وہ خدا کے وجود کو قدیم واحد اور ازلی و ابدی تسلیم نہیں کرتے یعنی وہ خدائے واحد و قیوم کو نہیں مانتے بلکہ تعدد الہ کے قائل ہیں۔

تعدد الہ یعنی ایک سے زائد کا خدا ہونا اور ہر خدا کا ازلی اور قدیم ہونا عقلاً بھی ممکن نہیں ہے۔ یعنی از روئے عقل بھی یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ خدا دو یا دو سے زیادہ ہوں کیونکہ تمام کائنات میں جو ہم آہنگی استواری اور توافق ہے وہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ

ان کا بنانے والے اور ان کا انتظام کرنے والا ایک ہی ہے کیونکہ اگر دو ہوتے یا زیادہ ہوتے تو ہر ایک ان میں سے موثر ہوتا اور موثر اگر متعدد ہو تو تعدد تاثیر بھی لازم ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالم ایک نہیں، کئی ہوئے یا کم از کم عالم میں اتحاد و یکسانیت کے بجائے اختلاف وتضاد نظر آتا۔ حالانکہ زمین وآسمان چاند وسورج سب ایک لگے بندھے نظام کے تحت کام کر رہے ہیں۔ ان میں نہ کوئی رخنہ ہے نہ کوئی فرق نہ کوئی اختلاف ہے نہ تضاد اور نہ کوئی تناقض۔ یہ بات اس امر کی قطعی اور یقینی دلیل ہے کہ اس عالم کا پیدا کرنے والا اور اس میں اپنی حکمت اور تدبیر سے تصرف کرنے والا ایک ہی ہے، اگر ایک سے زیادہ ہوتے تو اول تو یہ نظام ہی وجود میں نہ آتا اور اگر وجود میں آ ہی جاتا تو اس میں بڑا تضاد اور اختلاف پایا جاتا اور اس تضاد و اختلاف سے نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔

حلول کے معنی ہیں کسی چھوٹی شے کا اپنی سے بڑی چیز میں جو اس سے مختلف ہو داخل ہو جانا جبکہ دونوں چیزیں مادی اور محسوس ہوں اور محدود ہوں۔ جیسے دودھ کا پانی میں حلول کر جانا یا شیرینی کا پانی میں حلول کر جانا۔ خدا قدیم ہے ازلی و ابدی ہے اور لافانی ہے اس کی ہستی تمام کائنات کو محیط ہے وہ زمان ومکان کی قیود سے ماورا ہے اور وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ ایسی لامحدود ہستی انسان جیسی محدود و فانی اور نقص وعیب سے لبریز ذات میں کیسے حلول کر سکتی ہے۔ اور کیوں کر خدا کی ذات کسی اوتار میں جلوہ گر ہو سکتی ہے۔

رام اور کرشن انسان تھے انسانوں ہی کی طرح پیدا ہوئے اور انسانوں ہی کی طرح مر گئے اور انسانوں ہی کی طرح دنیا کی مصائب و آزار بھی برداشت کرتے رہے اور کھاتے پیتے رہے تو وہ خدا کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ رام چندر جی اپنی بیوی کو اغوا ہونے سے نہیں بچا سکتے تو کون و مکاں کی حفاظت کیوں کریں گے۔

مہابھارت اور گیتا تاریخ کے مختلف مراحل میں لکھی جانے والی تصنیف ہے جس کے مصنفین بھی متعدد ہیں، صاف ظاہر ہے کہ ایک لاکھ ابیات ایک شخص کے نہیں ہو سکتے۔ یہ بالکل ہومر کی الیڈ کی طرح ہے اس کی بھی تکمیل میں طویل وقت اور کئی انسانوں کی ذہنی کاوشیں صرف ہوئیں۔ وہ بھی دیومالا کے بیان پر مشتمل ہے اسی طرح مہابھارت اور گیتا دیومالائی کہانیاں ہیں جو مختلف ادوار میں تصنیف ہوئیں اور مختلف مصنفین کے قلم سے لکھی گئیں۔ آج کل کے دور میں جب انسانی ذہن نے اس قدر ترقی کر لی ہے اور معلومات کی وسعت سے زمین سمٹ گئی ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ رام چندر جی بندروں کی فوج لے کر لنکا پر چڑھائی کرنے چلے گئے اور ہنومان جی نے سمندر پاٹنے کے لئے پہاڑ لا کر سمندر میں ڈال دیئے۔

اول تو رام اور کرشن کوئی فی الواقع تاریخ کے کسی دور میں موجود بھی تھے یا نہیں؟ یہی ثابت کرنا دشوار ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ دونوں ہستیاں موجود تھیں تو آغاز میں ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ نیک اور بہادر انسانوں کی تھی بعد ازاں ان کی تقدیس میں اضافہ کیا جاتا رہا یہاں تک کہ ان کو الوہیت کا مقام حاصل ہو گیا؟ تاریخ عالم میں جن انسانوں کے خدا ہونے یا خدائی صفات کا حامل ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ اسی طرح وقوع پذیر ہوئی ہیں۔

آریوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں جس قدر روحیں آتی ہیں یہ محدود ومتعین ہیں اور لافانی ہیں ہمیشہ باقی رہیں گی۔ خدا نئی روحیں پیدا نہیں کر سکتا اس وجہ سے ہر روح اپنے اعمال کے اعتبار سے ایک جنم سے دوسرے جنم میں ظہور کرتی رہتی ہے۔ ہر گناہ کے بدلے میں روح ایک لاکھ چوراسی ہزار مرتبہ مختلف شکلوں میں جنم لیتی ہے اور روح ہر جنم میں اچھے اعمال کرتی رہتی ہے تو بالآخر روح اعلیٰ میں مل جاتی ہے۔

انسانی فطرت اس امر پر گواہ ہے کہ اس کی روح پہلی مرتبہ اس دنیا میں آتی اور یہاں سے ایک مرتبہ چلے جانے کے بعد دوبارہ یہاں نہیں آتی۔

انهم لا یرجعون (الانبیاء:۹۵)

زندگی کے آلام ومصائب کو پچھلی زندگی کے اعمال کا نتیجہ قرار دینا محض جہالت ونادانی کا شاہکار ہے!

بنیادی بات یہ ہے کہ ہندو مذہب کوئی ایسا مذہب نہیں جو وحی الٰہی پر مبنی ہو بلکہ سراسر فلسفیانہ موشگافیوں اور دیومالا (Mythology) پر استوار ہے۔ ہندو مذہب میں خدا کا تصور ہی صحیح نہیں ہے وہ خدا کو ان صفات کے ساتھ نہیں مانتے جن کے ساتھ ماننا ناگزیر ہے ان کا خدا دراصل روح اعلیٰ (برھما) ہے۔ اس کو خدا کہنا ہی درحقیقت غلط ہے۔ ہندو مذہب میں رسالت ونبوت کا سرے سے کوئی تصور ہی موجود نہیں ہے اور نہ وہ آخرت کے قائل ہیں۔ ہندو مذہب میں مادہ اور روح قدیم ہیں اور بعض کے یہاں آسمان پراکرتی اور زمانہ بھی قدیم ہیں۔ ازلی اور ابدی ہونا صرف ذات واحد کے ساتھ خاص ہے متعدد اشیاء کو قدیم اور لازوال ماننا ان سب کو خدا ماننے کے مترادف ہے۔

اس توضیح سے معلوم ہوا کہ ہندو مذہب سرے سے کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ فاسد فلسفیانہ خیالات کا ایک ملغوبہ ہے، جو مذہب سرے سے کوئی اساس و بنیاد ہی نہ رکھتا ہو اس مذہب کی کسی شخصیت پر بحث و گفتگو کرنا بھی ایک لایعنی بات ہے کہ جزء کو تب زیر بحث لایا جا سکتا ہے جب کل کی صحت تسلیم کر لی جائے۔ اگر کل غلط اور باطل ہو تو کل کا جزء خود بخود باطل ہوگا اور اس پر گفتگو محض فضول ہوگی۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا!

حافظ محمد اسلم ژوبی

خدائے عزوجل کی تمام مخلوقات میں سے انسان سب سے عظیم مخلوق ہے۔ انسان کی زندگی پروردگار عالم کی طرف سے ایک عظیم وحسین تحفہ ہے۔ پیدائش، بچپن، لڑکپن، جوانی، ادھیڑ عمری، بڑھاپا اور پھر ”موت“ زندگی کے یہ مختلف مراحل ہیں۔ اہل عقل جانتے ہیں کہ زندگی کا سب سے حسین وشیریں دور، سب سے خوبصورت اور شاندار وقت اس کی جوانی ہے، یہی وہ دور ہے کہ جب ایک نوجوان اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ملک وملت کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے۔ مستقبل کا لائحہ عمل مرتب کرتا ہے، اس کی خدمات تاریخ کے سنہری اوراق کا حصہ بن جاتی ہیں۔

آیئے! ایک ایسے ہی ہر دل عزیز نوجوان، شہسوار، مرد قلندر اور سچے عاشق رسول کا تذکرہ کرتے ہیں جو عالم باعمل، ممتاز خطیب اور ملت کے نام پر مرمٹنے والا تھا، جسے دنیا ”مولانا سید شمس الدین شہیدؒ“ کے نام سے جانتی ہے۔

آپ بروز پیر ۱۹۴۷ء میں صوبہ بلوچستان کے ضلع ژوب کے حریفال قوم کے ابراہیم خیل قبیلے کے ایک ”سید“ خاندان میں پیدا ہوئے۔ اس کا شجرہ نسب یوں ہے: مولانا سید شمس الدین شہیدؒ بن مولانا سید محمد زاہد نقشبندیؒ بن سعید ملا محمد رفیق بن ملا عبدالحق بن ملا بہیت..... اسی طرح ۳۳ ویں پشت پر جاکر سردار دو جہاں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ ضلع ژوب میں تصوف کا سلسلہ بھی اسی خاندان کے ہاتھوں پھیلا، آپ کے پردادا ملا بہیت جو قطب الاقطاب حضرت مولانا دوست محمد قندھاریؒ کے خلیفہ تھے، جنہوں نے ابوالشمس مولانا سید محمد زاہد نقشبندیؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا، ابوشمس نقشبندیؒ اس سلسلے کے ساتھ ساتھ شاہی جرگے کے ممبر بھی رہے، بلوچستان میں پختون قبائل کے حقوق پر کئی مرتبہ داربن (ڈیرہ اسماعیل خان) اور تناہی (وزیرستان) کے مقام پر جرگے طلب کئے۔ آپ اس کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ کے رکن بھی رہے۔ جس وقت صوبائی صدر قاضی عیسیٰ تھا، افغان صدر داؤد خان کے دور میں افغانستان کا دورہ بھی کیا، جس کے ساتھ اکبر بگٹی، اختر مینگل اور قاضی عیسیٰ خود شامل تھا۔

سید شمس الدین نے ابتدائی تعلیم یعنی دینی و عصری علوم اپنے آبائی وطن ضلع ژوب میں حاصل کی۔ اس کے بعد علمی پیاس بجھانے کے لئے آپ مختلف جامعات کی آغوش میں رہے، ان جامعات میں جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، جامعہ مخزن العلوم خانپور، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سرفہرست ہیں۔ جہاں آپ نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، شیخ القرآن مولانا عبداللہ درخواستی، محدث کبیر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اور امام اہلسنت والجماعت مفسر قرآن مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ جیسے بزرگان دین اور اساطین علم وفضل کی خدمت میں رہ کر انمول ہیرے حاصل کئے۔ بالآخر ۱۹۶۹ء میں ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد مولانا نے اکابر علماء کے مشورے سے ژوب شہر میں ”جامعہ شمس المدارس“ کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ ہوگئے۔ آپ کی برکت سے آج تک جامعہ شمس المدارس العربیہ للبنین، مدرسہ ہاجرہ للبنات اور تزکیۃ الاطفال پبلک مڈل اسکول علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ عملی سیاست کا آغاز جمعیت طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے کیا۔ آپ جمعیت کے بانیوں میں سے تھے، جنہوں نے ۱۹۶۹ء میں جمعیت طلباء اسلام کی بنیاد رکھی۔ مولانا شہید کی انتھک کاوشوں سے بہت کم مدت میں جمعیت صوبے کی بڑی مذہبی جماعت بن کر ابھری۔

تحریک ختم نبوت کے لئے آپ نے صبر و استقامت، استقلال وپامردی اور خودداری کے ساتھ بھرپور کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۳ء میں ضلع ژوب میں قادیانیوں پر قانونی پابندی لگاکر ضلع ژوب سے مکمل خاتمہ کیا۔ بالآخر ان دو تحریکوں کو صوبائی سطح سے قومی سطح پر اجاگر کردیا۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور میں مولانا مفتی محمودؒ کی سرپرستی میں قومی اسمبلی میں قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی تحریک میں صف اول کے رہنما تھے۔

حکمرانوں نے مولانا موصوف پر ظلم وزیادتی کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری رکھا، کئی مرتبہ لاپتہ اور قید ہوگئے، مگر آپ کے پائے استقامت میں لغزش

نہیں آئی بلیک ڈے رہے۔ حرمت رسول کے لئے جان قربان کردی۔

شہیدوں کے لہو سے، جو زمین سیراب ہوتی ہے
بڑی سرسبز ہوتی ہے، بڑی شاداب ہوتی ہے

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے مشورے سے آپ صوبائی سطح پر اپنے مدمقابل پختون قبائل کے سربراہ نواب تیمور شاہ جوگیزئی کو شکست دے کر کامیاب ہوئے اور (PMAP) کے سالوں سے غالب آمریت کا خاتمہ کیا اور بلوچستان کے پہلے ڈپٹی اسپیکر کے نام سے ڈپٹی اسپیکر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

مولانا سید شمس الدین شہیدؒ نے اسلامی ممالک کے درمیان اتحاد و یکجہتی کی فضا قائم کرنے کے لئے مختلف اسلامی ممالک کے اسفار بھی کئے، جن میں عراق، ایران اور افغانستان سرفہرست ہیں۔ دینی مقاصد کے حصول اور شرعی احکام کے نفاذ کے لئے آپ نے اسمبلی فلور سمیت ہر جگہ حق کا بول بالا کیا اور بغیر بیم و خطر کے حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق کی صدا بلند کی۔ تنظیم میں آپ کے دلیرانہ رفیقوں اور قریبی مصاحبوں میں مولانا محمد خان شیرانی، مولانا شمس الدین نانا صاحب زیارت والا، مولانا قاضی عصمت اللہ قلعہ سیف اللہ والا، مولانا نور محمد شہید وانا والا، حاجی عبدالمنان ہاتوزئی گول مسجد کچلاک والا، مولانا شیر محمد قاسمی اور صوبائی وزیر بلدیات عبدالخالق بشردوست اور دیگر کے نام قابل ذکر ہیں۔

مولانا سید شمس الدین شہیدؒ ظاہری وجاہت سے بھی مالا مال تھے۔ انکساری، تواضع، شفقت کے اوصاف حمیدہ سے آپ کی شخصیت مزین تھی۔ سیاسی میدان میں اعلیٰ حلقوں تک رسائی کے باوجود بود و باش میں درویشانہ انداز تھا، ہر طرح کے تصنع وتکلف سے دور رہ کر ملک وملت کی خدمت اور احکام شریعت کی نشر و اشاعت میں پیش پیش تھے۔

حکمرانوں نے انہیں تحریک سے ہٹانے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے مگر مظالم وستم کی سیاہ گھٹاؤں تلے اس مرد قلندر نے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام وطن عزیز کے ہر عام وخاص تک پہنچایا۔ دین اسلام کی اس شمشیر بے نیام نے چونکہ ہر موقع محل پر ”دیوبند“ کا کردار دنیا کو بتا کر، ایوان میں سامراج کو للکار کر، اسلامی دفعات کے تحفظ میں اغیار کی نظروں سے نظریں ملا کر، خلافت راشدہ کا نعرہ لگا کر سنایا۔

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

حکومت بخوبی جانتی ہے کہ ”آزمودہ را آزمودن جہل است“ براہ راست اس کو زیر نہیں کیا جاسکتا۔ بالآخر ایک شقی القلب وظالم کے ذریعے سے مولانا سید شمس الدین شہیدؒ پر تیز خنجر سے حملہ کر دیا گیا۔ یوں ۱۳ مارچ بروز پیر ۱۹۷۴ء کو ضلع قلعہ سیف اللہ کے گاؤں علی خیل کے مقام پر اس دنیا فانی سے رخصت ہو کر شہید ہو گئے۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کے والد ماجد مولانا سید محمد زاہد نقشبندی نے پڑھائی اور تدفین آپ کے آبائی شہر ضلع ژوب میں کی گئی۔ آپ کی نماز جنازہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، شیخ القرآن حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سمیت پاکستان کے جید علماء وزعماء ملت اکابرین دیوبند نے شرکت کی اور یوں امت مسلمہ اس عظیم راہبر سے محروم ہوگئی۔

آتی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

امیر جماعت احمدیہ خوشاب کا قبول اسلام

۱۰ر فروری ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک کو ایک قادیانی (جماعت احمدیہ کے امیر) کے ڈیرہ پر سابق قادیانی اسکالر عرفان محمود برق اور مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا محمد اسلم، بھائی عبدالرزاق اور ریاست علی نمبردار کی گفتگو دو قادیانی مربیوں سے ہوئی، اس مجلس میں قادیانی بھی تھے اور مسلمان نوجوان بھی۔ مجلس میں ہونے والی گفتگو کے منصف بھی امیر جماعت احمدیہ کے بھائی لیاقت علی پٹواری تھے۔ گفتگو کی نشست رات تین بجے تک چلتی رہی۔ قادیانی مربی سوالات کا تشفی بخش جواب دینے سے عاجز رہے۔ مجلس برخاست ہونے سے پہلے منصف نے اعلان کیا کہ قادیانی مربی بالکل قادیانی عوام کو مطمئن نہیں کر سکے، لیکن میں نے تمام حوالہ جات کو نوٹ کر لیا ہے تحقیق کے بعد اگر حقانیت نے میرے دل میں گھر کر لیا تو میں پکا سچا مسلمان بنوں گا۔ اسی اثنا میں ظہر علی امیر جماعت احمدیہ نے دبے لفظوں میں کہا کہ میں نے صدق دل سے کلمہ پڑھ لیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس سے تمام مسلمان ساتھیوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اگلا سارا دن ایک دوسرے کو فون پر اور بالمشافہ بھی مبارک دیتے رہے، انہی دنوں میں والی بال کے کھلاڑیوں نے سابق قادیانی جناب ظہر علی کو اپنے ایک میچ کے لئے بطور مہمان خصوصی مدعو کیا۔ جب ظہر علی میدان میں پہنچے تو کھلاڑیوں نے پر جوش انداز میں ان کا استقبال کیا۔ فی الحقیقت یہ ثمرہ تھا اس محنت کا جو بھائی عبدالرزاق تنہا ہونے کے باوجود اپنے علاقے میں شبانہ روز کرتے رہے، کیونکہ انہوں نے ایک جمعہ کو مولانا عبداللہ احمد کو دعوت دی کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر گفتگو کریں، حضرت نے بہت ہی مدلل انداز میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کو بیان کیا، دوسرے جمعہ پر نزول عیسیٰ علیہ السلام پر گفتگو ہوئی۔ تیسرے جمعہ پر مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مہدی علیہ الرضوان اور سیدنا عیسیٰ ابن مریم کے حالات تفصیلاً دلائل کے ساتھ بیان کئے۔ اگلے جمعہ کو عظیم اسکالر عرفان محمود برق نے قادیانیت پر بہت پُر مغز گفتگو کی۔ مسلسل اس ہونے والی محنت نے امیر جماعت احمدیہ کو سوچنے اور حقائق کی طرف لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

۱۷ر فروری کو امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خوشاب مولانا اظہار الحسن نے بھی پیلووینس کی جامع مسجد میں وعظ فرمایا، اس موقع پر ظہر علی نے مسجد میں باضابطہ مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ مولانا اظہار الحسن نے کلمہ شہادت پڑھایا اور اس کے سابقہ نام کو برقرار رکھا اس دوران میں ایک قادیانی طارق علی بھی مسلمان ہوا اور ایک عیسائی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نو مسلم حضرات کو اسلام پر استقامت نصیب فرمائے، ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔ آمین۔

ختم نبوت زندہ باد

سردار امام بخش قیصرانی کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد!

مولانا محمد علی صدیقی

29/ جنوری 2012ء کا دن مسلمانوں کے لیے ایک خوشی کا پیغام لے کر آیا جس نے قادیانیت کے بودے نام نہاد مذہب میں بہت بڑی دراڑ ڈال دی جس سے قادیانیوں میں صف ماتم بچھ گئی، بھکر سے والد بزرگوار (ڈاکٹر دین محمد فریدی) امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر نے اطلاع دی کہ کوٹ قیصرانی ضلع تونسہ میں قیصرانی خاندان کے سردار امام بخش قیصرانی نے قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کرلیا۔ اس سلسلہ میں راقم نے مجلس کے راہنما مولانا عبدالعزیز لاشاری سے رابطہ کیا تو انہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی کہ ہم کافی عرصے سے سردار امام بخش قیصرانی سے رابطہ میں تھے اور وقتاً فوقتاً قادیانیت کے بارے میں ان سے گفتگو رہتی تھی بالآخر وہ دن آ گیا کہ جب انہوں نے قبول اسلام کا اظہار کیا۔ ہم ان کو لے کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کی خدمت میں 29 جنوری کو کبروڑ پکا گئے، اس موقع پر علاقہ تونسہ شیر گڑھ کے علماء کی کثیر تعداد موجود تھی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد اقبال ہمارے ہمراہ تھے، امیر مرکزیہ دامت برکاتہم کے پاس مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا مفتی ظفر اقبال، مولانا حبیب الرحمن اور اساتذہ باب العلوم کہروڑ پکا موجود تھے۔

قارئین! یہ خبر ہم سب مسلمانوں کے لیے بہت ہی خوشی کی ہے، اور جیسے جیسے مسلمانوں کو سردار صاحب کے اسلام لانے کی اطلاع ہوتی گئی، تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی حضرات کو مبارکباد کے فون آنا شروع ہوگئے۔ راقم الحروف کو بھی لاتعداد میسج اور فون موصول ہوئے تو سوچا کہ قارئین کو اس خاندان کے پس منظر سے آگاہ کروں۔

سردار صاحب کا نام امام بخش قیصرانی، والد کا نام سیف الرحمن قیصرانی اور دادا کا نام میر مند قیصرانی ہے، تینوں اپنی الگ تاریخ رکھتے ہیں، سردار صاحب کے دادا میر مند قیصرانی قادیانی ہوگئے تھے، علاقہ میں ایک سردار ہونے کی حیثیت سے بااثر تھے، لیکن سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ورکران کی سرداری کو کسی خاطر نہ لاتے تھے، اس لیے کہ وہ قادیانی تھا، تاآنکہ میر مند قیصرانی 1986ء میں انتقال کر گیا اور اس کے بیٹے سیف الرحمن قیصرانی (جو ریلوے میں اعلیٰ عہدے پر بھی رہا) نے مسجد میں دفن کر دیا جس کی خبر مجلس تحفظ ختم نبوت کے حضرات کو ہوئی، اس وقت ڈیرہ غازی خان ایک ضلع ہوتا تھا، اس مردہ کو مسجد سے نکالنے کی تحریک شروع کی، مجلس نے موقف اختیار کیا کہ میر مند قادیانی ہے۔ یہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ مسجد میں، دو ماہ مسلسل تحریک چلی، پر امن مظاہرین پر حکومت نے بے پناہ تشدد بھی کیا، جس میں مولانا عبدالستار تونسویؒ سمیت بے شمار مظاہرین شدید زخمی ہوئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تمام مکاتب فکر کو اس تحریک میں اکٹھے رکھا ڈیرہ غازیخان کے عظیم ورکر جناب صوفی اللہ وسایا اس تحریک کے روح رواں تھے، اس تحریک میں تونسہ شریف کی خانقاہ کا اہم کردار رہا، تمام رکاوٹیں اور تشدد میر مند کی قبر کو نہ بچا سکے بالآخر مسلمانوں کی فتح ہوئی، قادیانیت ہمیشہ کی طرح رسوا ہوئی اس قادیانی مردے کو مسجد سے پولیس نے نکال کر قادیانیوں کے سپرد کر دیا۔

اسی طرح میر مند کی جگہ اس کا بیٹا سیف الرحمن قیصرانی سردار بھی تھا اور قادیانی بھی، ریلوے میں اعلیٰ عہدے پر تھا، وہ بھی قادیانی فوت ہوا، چناب نگر (سابقہ ربوہ) میں دفن ہوا، ریلوے ملازم ہونے کی وجہ سے سیاست میں حصہ نہیں لے سکتا تھا اس لیے اپنے بیٹے امام بخش قیصرانی کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور اس کو سیاست میں داخل کیا، لیکن سیاست میں آتے ہی ختم نبوت کے فقیروں سے واسطہ پڑ گیا، سردار صاحب نے دو مرتبہ الیکشن میں حصہ لیا، پہلی مرتبہ سردار فاروق احمد خان لغاری کی ملت پارٹی کے ٹکٹ پر جو لغاری صاحب نے محترمہ بینظیر بھٹو سے اختلاف کے بعد بنائی تھی لغاری صاحب کی موت کے بعد ملت پارٹی بھی دفن ہوگئی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیاسی جماعت نہیں ہے، صرف عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرتی ہے، ہاں جہاں کہیں قادیانی خود یا کسی سیاسی جماعت کا سہارا لے کر الیکشن میں آ جائیں تو مجلس خم ٹھونک کر میدان میں ہوتی ہے اور یہ حقیقت واضح ہے کہ پاکستان بننے کے بعد سیالکوٹ اور

تکمیل نبوت

''آیت خاتم النبیین (الاحزاب) میں خاتم کے معنی قادیانی حضرات کے نزدیک مہر کے ہیں، تو بھی ختم نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا گورنمنٹ کے مقرر کردہ محکمہ کی طرف سے جس مکان کے دروازہ پر سیل (مہر) لگادی جاتی ہے تو عوام کا کوئی فرد اسے توڑنے کا مجاز نہیں ہوتا، اسی طرح محکمۂ ڈاک کے جس تھیلے پر مہر لگادی جاتی ہے تو اسے بھی راستہ میں کوئی نہیں کھولتا تاوقتیکہ منزل مقصود پر افسر مجاز تک نہ پہنچ جائے (محمد رسول اللہ پر) نبوت کے خاتمہ کی مہر ثبت ہوگئی ہے اس کو کھولنے کی تا قیامت کسی بشر کو اجازت نہیں اور اگر کوئی اسے کھولنے کی چوری کرے گا تو وہ پکڑا جائے گا۔''

(امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری)

سا نگڑ ہل میں مسلم لیگ کا ٹکٹ قادیانیوں کو ملا تو پھر ختم نبوت کے ورکر میدان میں تھے الحمدللہ! کسی قادیانی کو کامیاب نہیں ہونے دیا، بالکل یہی معاملہ سردار صاحب کے ساتھ پیش آیا، ملت پارٹی نے ٹکٹ دیا ہم میدان میں، پھر محترمہ بینظیر بھٹو کے سانحہ والے الیکشن میں قومی کا ٹکٹ خاقان تونسہ کے افراد کو ملا اور صوبائی ٹکٹ کوٹ قیصرانی ومی قیصرانی کا امام بخش قیصرانی کو ملا ہم نے مختلف ذرائع سے کوشش کی کہ پی پی جماعت یہ ٹکٹ واپس لے لے، لیکن محترمہ کا المیہ پیش آگیا، کچھ دن الیکشن ملتوی ہوا اس کے بعد پی پی قیادت نے ٹکٹ سردار صاحب کو دیا تو ہم بھی اللہ کا نام لے کر میدان میں اترے الحمدللہ! ہمارے دوست مولانا عبدالعزیز لاشاری نے مجلس کے نام سے پلیٹ فارم سجایا مجلس کے کئی مبلغین اس حلقہ میں موجود رہے، شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا کے کئی پروگرام ہوئے، جس میں مسلمانوں سے اپیل کی گئی کہ جس کو مرضی ووٹ دیں لیکن قادیانی کو ووٹ نہ دیں، پی پی کے ٹکٹ اور پی پی کی مظلومیت کے باوجود سردار الیکشن میں کامیاب نہ ہوسکے، مولانا عبدالعزیز لاشاری کے دل میں ایک تڑپ تھی اور کئی دفعہ اس کا تذکرہ کیا کہ کیوں نہ سردار صاحب پر محنت کی جائے اور وہ مسلمان ہوجائیں، ان کی کوششیں رنگ لائیں سردار صاحب کی سوچ قادیانیت کے متعلق تبدیل ہوئی اور بالآخر وہ دن آگیا کہ سردار صاحب علماء کے جھرمٹ میں اسلام قبول کرنے، کوٹ قیصرانی ضلع تونسہ سے کہروڑپکا مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

امیر مرکزیہ مدظلہ کے علم میں جیسے ہی یہ بات آئی، بہت ہی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''ہماری کسی بھی قادیانی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے، ہم تو ان کی ہدایت کے لیے ہمیشہ دعا گو رہتے ہیں، تمام قادیانی آج مرزا قادیانی کی نبوت کاذبہ کا طوق اتار کر اعلان کریں کہ ہم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں، مجلس تحفظ ختم نبوت ان کا بھرپور خیر مقدم کرے گی۔''

بہرحال سردار امام بخش قیصرانی ایک بہت بڑے تجربہ سے گزرے انہوں نے اور ہم نے بہت تلخ حقائق کو دیکھا، لیکن اب ہمیں جتنی ان کے قبول اسلام کی خوشی ہورہی ہے اس کا اظہار محافظ ختم نبوت سیدنا صدیق اکبرؓ کے ان جملوں سے کرتا ہوں، جو انہوں نے حضرت سیدنا عباسؓ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے کے اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارکباد دیتے ہوئے عرض کیے، کہ: ''آقا آج مجھے جتنی خوشی آپ کے چچا کے اسلام لانے کی ہوئی مجھے اتنی خوشی اپنے والد ابوقحافہ کے اسلام لانے کی نہیں ہوئی'' حالانکہ کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کے والد نے بھی فتح مکہ کے دن قبول اسلام کیا تھا، ہم بھی آج اسی مسرت کو محسوس کررہے ہیں۔

آخر میں قادیانیوں کو ایک بار پھر کہوں گا کہ ہمارا آپ سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں، ہم آپ کو دعوت فکر دیتے ہیں، آؤ مرزا قادیانی کو چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوجاؤ اگر سمجھنا چاہو تو اس کے لیے ہم موجود ہیں، ہم آپ کو بتائیں گے کہ مرزا قادیانی اپنے دور کا بہت بڑا گستاخ رسول تھا، اور وہ آپ سے بھی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا ارتکاب کروا رہا ہے، آپ کے پاس حوالہ جات نہیں، ہم آپ کو حوالہ جات نوٹ کروائیں گے کہ مرزا قادیانی نے کون کون سی جگہ اپنی کتب میں نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کی توہین کی ہے، مرزا قادیانی نے خود خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے، مرزا قادیانی نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بلکہ نعوذ باللہ افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اہل بیت اور صحابہ کرامؓ اور پوری امت مسلمہ کی کیا کیا گستاخیاں کی ہیں، اور اب یہ حوالہ جات ملنا مشکل نہیں ہم آپ کو نشاندہی کروائیں گے آپ قادیانی ویب سائیٹ پر روحانی خزائن سے چیک کریں اگر ثابت ہوجائے اور انشاء اللہ بالکل ثابت ہوگا تو پھر جناب سردار امام بخش قیصرانی کی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ رحمت میں آجایئے۔ ہم ہروقت آپ کی خدمت کے لیے موجود اور آپ کے ایمان لانے کی دعا کرتے رہیں گے۔

قارئین! آپ حضرات سے التماس ہے کہ آیئے ہمارے ساتھ مل کر مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کو آگے بڑھائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حق دار بنیں، اور اس کے ساتھ سردار امام بخش قیصرانی کو ایک بار پھر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کریں اور ان کے قبول اسلام پر ان کی استقامت کے لیے دعا کریں۔ ☆☆☆

تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد
حضرت مولانا خان محمد
فرما گئے یہ ہادی لانبی بعدی
زیر سرپرستی
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
زیر صدارت
حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ
رئیس جامعہ مسجد الخلیل الاسلامی، بہادرآباد
زیر نگرانی
جانشین حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید
حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
پروگرام ان شاء اللہ یکم اپریل 2012 بروز اتوار صبح 11 بجے
تحفظ ختم نبوت سیمینار
بیان
حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم
بمقام
گل بہاران نزد عالمگیر مسجد بہادرآباد کراچی
تمام مسلمانوں خصوصاً کارکنان ختم نبوت سے درخواست ہے
کہ اپنے دوست واحباب کے ساتھ اس مبارک پروگرام میں بھرپور شرکت فرمائیں۔
خواتین کیلئے باپردہ انتظام ہے
شعبہ نشر واشاعت
عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کراچی
021-32780337/40
021-34234476

سلام زندہ باد

فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی

تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

Regd. No. SS-160

تاریخی عظیم الشان

ختمِ نبوۃ کانفرنس

بلدیہ گراؤنڈ (T.M.A) ساہیوال

بعد نمازِ مغرب

بتاریخ **7 اپریل 2012** بروز **ہفتہ**

عنوانات

- توحیدِ باری تعالیٰ
- تحفظِ ناموسِ رسالت
- عقیدہ ختمِ نبوۃ
- عظمت صحابہ و اہلِ بیت
- اصلاحِ معاشرہ
- استحکامِ پاکستان

حکیم العصر محدث دوراں ولی کامل مخدوم العلماء حضرت اقدس شیخ الحدیث
مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا صاحبزادہ ولی ابن ولی
خواجہ عزیز احمد صاحب مدظلہ

حضرت مولانا یادگارِ اسلاف
عزیز الرحمن جالندھری صاحب

ملک کے جید علماء، مشائخ عظام اور مذہبی، سیاسی جماعتوں کے قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ شمع ختم نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت **عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت ساہیوال**

0300-7837685
0300-7832358
0321-6929172